ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایمان ہو گئیں
(غالب)

مہاتما ٹالسٹائی کی کہانی
خود اسی کی زبانی

(یعنی)

…رشی کی مشہور تصنیف "مائی کنفیشن" کا سلیس و بامحاورہ اردو ترجمہ

مترجمہ
جناب بابو شیو چرن لال صاحب بی۔اے مرادآبادی
مصنف
"سوانح عمری گوتم بدھ" (انگریزی) "خاتونان ہند" (اردو) "تاریخ سر معور پر ایک نظر" (انگریزی)
"ہماری مشکلات" (اردو) "سوانح عمری کاونٹ ٹالسٹائی" (اردو)

باہتمام منوہر لال بھارگو بی۔اے سپرنٹنڈنٹ
باراول ۱۹۱۷ء
نولکشور پریس لکھنؤ میں چھپی

کاونٹ ٹالسٹائے

باب (اوّل)

مین نے پُرانے یونانی مذہب مین نشو و نما پایا۔ بچپن مین مجھے اُسکی تلقین ہوئی اور بڑے ہوکر مین نے اُسے خود سیکھا۔ مگر اٹھارہ سال کی عمر مین جب مین نے یونیورسٹی (درسگاہ) کو خیر باد کہا تو جو کچھ مین نے سیکھا تھا اُس مین میرا اعتقاد جاتا رہا۔ جہان تک مجھے اسوقت یاد آتا ہی مجھے کبھی بھی کسی بات مین پختہ عقیدہ نہوا۔ میرا مذہب محض اعتباری تھا۔ اور مجکو اعتبار بزرگون سے حاصل ہوا تھا۔

مجھے یاد ہی کہ جب میری عمر بارہ سال کی تھی ایک روز ایک لڑکا جسکا عرصہ ہوا انتقال ہوگیا اتوار کے دن میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ مدرسے مین ایک نئی تحقیقات ہوئی ہی یعنی یہ کہ خدا کوئی شئے نہین ہی اور نیز یہ کہ جو کچھ ہم کو اُسکے متعلق سکھایا گیا ہی وہ محض لوگون کی ایجاد ہی۔ یہ ۱۸۳۸ء کا ذکر ہی۔ مجھے یاد ہی کہ جب اِس لڑکے نے یہ بات کہی تو وہ سب کو دلچسپ معلوم ہوئی۔ مجھے یہ بھی یاد ہی کہ جب میرا بڑا بھائی ڈمیٹری (Demetry) روزگرجا مین جایا کرتا تھا۔ اور روزہ رکھا کرتا تھا تو ہم سب اُسپر ہمیشہ قہقہہ لگایا کرتے تھے۔ ہم نے بطور تمسخر اُسکو نوح (Noah) کا لقب دیا تھا۔

مجھے یاد ہی کہ کازن یونیورسٹی (Kazan) کے محافظ نے مجھے اور میرے بڑے بھائی کو ایک ناچ مین شریک ہونے کے لیے بلایا تھا اور جب میرے بھائی نے شرکت سے انکار کیا تو اُس نے (محافظ نے) یہ دلیل پیش کی تھی کہ حضرت داؤد (David) نے بھی کشتی (Ark) کے روبرو

رقص کیا تھا مجھے اس قسم کے مذاقون مین لطف آتا تھا اور مین نے اُن سے یہ نتیجہ نکالا کہ مذہبی سوالات و جوابات یاد کر لینے مین کوئی ہرج نہین ہی مگر یہ ضروری نہین کہ میرا اعتقاد بھی اُن پر ہو۔

مجھے یاد ہی کہ جب مین بہت چھوٹا تھا تو مین نے والٹیر (Voltaire) [مشہور فرانسیسی مصنف کا نام ہی] کی تصانیف پڑھین اور اُسکا مذاق مجھے بہت اچھا معلوم ہوا۔ میرا اعتقاد بتدریج کم ہوتا گیا جس طرح میرے رتبہ اور درجہ کے انسانون کا کم ہوتا ہی۔ یہ کمی اس طرح واقع ہوتی ہی کہ ایک شخص دیگر اشخاص کی طرح زندگی بسر کرنے لگتا ہی۔ اور دنیا کے آدمیون کے مذہب اور افعال مین بہت فرق ہوتا ہی۔ اگر عقیدہ اور عمل مین کبھی تکرار ہوتی ہی تو عقیدے کی مطلق پرواہ نہین کیجاتی۔

کسی انسان کی زندگی یا اُسکے عمل سے اُس کے خدا پرست یا منکر ہونے کا پتہ نہین چل سکتا۔ اکثر دیکھا گیا ہی کہ پُرانے عقاید کی ظاہری پابندی کرنے والے عموماً سادہ لوح۔ سخت مزاج۔ اور مُدمغ ہوتے ہین۔ برعکس اسکے ذہانت۔ ایمانداری۔ صفائی قلب۔ اور نیک چلنی منکر لوگون مین افراط سے ملتی ہین۔ اسکول کے طالبعلمون کو مذہبی سوالات و جوابات سکھائے جاتے ہین۔ معمولی جوان آدمیون کے لیے لازمی ہی کہ وہ اپنے مذہب کا سارٹیفکٹ پیش کرین۔ مگر ہمارے درجے کے انسانون کے لیے نہ تو اسکول مین جانا لازمی ہی نہ کسی دیگر قوانین کی پابندی لابدی ہی۔ ایسے انسان زندگی بھر گذار دیتے ہین اور انھین ایک مرتبہ بھی خیال نہین آتا کہ وہ عیسائی ہین اور نیز یہ کہ اُن کے عقائد کیا ہین۔

ایسا دیکھا گیا ہی کہ وہ مذہبی عقائد جو محض اعتبار پر قبول کر لیے جاتے ہین

زندگی کی دوادوش مین ناکارہ ثابت ہوتے ہین - عموماً آدمی کو یہ خیال رہتا ہی کہ اُسکا مذہب برقرار ہی - مگر غور سے دیکھا جاوے تو پرانے مذہب کا ایک ذرّہ بھی باقی نہین رہتا -

ایک شخص نے جسکو مین ذکی اور سچا سمجھتا ہون ایک مرتبہ مجھے اپنی عقیدتمندی کے فنا ہونے کا قصہ سُنایا :-

"چھبیس برس ہوئے مین ایک دفعہ شکار کھیلنے گیا تھا اور آرام کرنے سے پہلے مین نے دوزانو بیٹھکر نماز پڑھی - میرا بڑا بھائی کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا اس عمل کو دیکھ رہا تھا - جب مین دعا ختم کر چکا تو میرے بھائی نے مجھ سے کہا "کیا ابتک تمھارے خیالات ایسے ہین" - میرے اور میرے بھائی کے درمیان اور کچھ گفتگو نہوئی - مگر اُس روز سے مین نے گرجا مین جانا اور نماز پڑھنا ترک کر دی"

تیس سال سے اس شخص نے نماز نہین پڑھی ہی - نہ وہ گرجا مین گیا اور نہ اُس نے روزہ رکھا - اسکا یہ مطلب نہین ہی کہ اس کے بھائی کے خیالات کا اسپر گہرا اثر پڑا یا اس کے ذاتی خیالات مین یکدم تبدیلی ہوگئی - یہ بات ہوئی کہ گرتی ہوئی دیوار مین اُس کے بھائی نے بھی ایک اُنگلی لگا دی - اُسکے دل مین یہ خیال پختہ ہو گیا کہ جو فعل وہ کرتا تھا وہ بے معنی تھا اور جب یہ خیال مضبوط ہو گیا تو پھر نماز پڑھنا ناممکن تھا - میرا یہ خیال ہی کہ اکثر انسانون کا یہی حشر ہوتا ہی -

مین اپنے درجے کے انسانون کا ذکر کر رہا ہون جنھون نے مذہب کو دنیوی فوائد حاصل کرنے کا ذریعہ نہین بنا رکھا ہی - جو شخص مذہب سے دنیوی بہبودی حاصل کرنا چاہتے ہین اُن کو کافر سمجھنا چاہیے - میرے درجہ کے

انسانون کی کیفیت یہ ہی کہ یا تو علم اور ذاتی تجربات نے اُنکے اندر جو مصنوعی عمارت اعتقاد پر بنی
ہوئی تھی منہدم کردی ہی - اور مذہب سے اُنکو سبکدوشی حاصل ہوگئی ہی یا وہ اسدرجہ ازخود رفتہ
ہین کہ اُنکو اِس بربادی کی خبر تک نہین ہی اور زندگی بسر کیے جارہے ہین اوایل عمری مین جو
اعتقاد میرے اندر بھرے گئے تھے وہ رفتہ رفتہ زائل ہوگئے - اور چونکہ پندرہ سالہ عمر سے
مین مضامین فلسفہ کا مطالعہ کرنے لگا تھا مجکو اپنے کافر ہونے کا پورا علم تھا - سولہ برس
کی عمر سے مین نے عبادت کرنی ترک کردی - اور روزہ نماز کو الوداع کہدیا بچپن کے
عقائد پر میرا ایمان نہ تھا - مگر مجکو کسی شی پر ایک ایسا موہوم عقیدہ تھا کہ جسکو مین الفاظ
مین بیان نہین کرسکتا - مین خدا مین یقین کرتا تھا یا یہ کہیے کہ مین خدا کی ہستی سے
منکر نہ تھا - مگر کوئی وجہ بیان نہین کرسکتا تھا کہ کیون - مین حضرت عیسے اور اُنکی تعلیم سے
بھی منکر نہ تھا مگر اُنکی تعلیم کا لب لباب نہین بتا سکتا تھا -

جب مین اِس زمانے پر غور کرتا ہون تو مجھے خیال آتا ہی کہ میرا عقیدہ یہ تھا کہ انسان
درجۂ کمال حاصل کرسکتا ہی مگر مین یہ نہین بتا سکتا تھا کہ کمال کیا شی ہی مین نے درجۂ کمال
حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی دماغی محنتین کین - بہت سی کتب کا مطالعہ کیا
اپنے خیال ([illegible]) کی طاقت بڑھائی - جسمانی طاقت بڑھانے کے لیے
طرح طرح کی ورزشین کین اور جان بوجھکر اکثر مصائب کا سامنا کیا - اِن جملہ باتون کو
کمال حاصل کرنے کے لیے مین ضروری خیال کرتا تھا - شروع مین میرا خیال اخلاقی
کمال حاصل کرنے کا تھا مگر بعد مین میرا خیال یہ ہوگیا کہ ہر بات مین کمال حاصل کرنا چاہیے
یا دوسرے الفاظ مین یون کہیے کہ مین صرف خدا کی نگاہ مین ہی باکمال بننا نہین چاہتا
تھا بلکہ میری یہ خواہش تھی کہ دیگر انسان بھی میری عزت کرین - اِس خواہش سے
ایک اور دوسری خواہش پیدا ہوئی یعنی یہ کہ مجھے دوسرے شخصون کے مقابلے
مین زیادہ شہرت - طاقت اور روپیہ حاصل ہو -

باب (۲)

ممکن ہے کہ کبھی آیندہ مین اپنی زندگی کا قصہ بیان کرون اور قابل رحم یا قابل تلقین واقعات کا مفصل ذکر کرون جس طرح میری زندگی گذری ہے اُس طرح اور بہت سے انسانون کی گذری ہوگی ۔ مین ایمانداری و دل و جان سے اس جستجو مین تھا کہ مین نیک اور اچھا آدمی بنون لیکن مین جوان تھا اور خواہشات نفسانی سے مغلوب ۔ علاوہ ازین نیکی کی تلاش مین تن تنہا تھا۔ جب مین نے نیک بننے کے لیے اپنی دلی خواہش کا دوسرون پر اظہار کیا تو لوگون نے میرا مضحکہ اُڑایا ۔ اور مجھکو حقارت کی نگاہ سے دیکھا مگر جب مین نے اس کے برعکس عمل کیا اور حواسات حیوانی کا اظہار کیا تب لوگون نے میری تعریف اور دلجوئی کی ۔ مین نے ہوس دنیوی ۔ عیاشی ۔ غرور ۔ غصہ ۔ بدلہ وغیرہ کی بڑی قدر دیکھی اور جب مین نے اپنے بزرگون کی ان معاملات مین تقلید کی تب مجھے محسوس ہوا کہ سب لوگ مجھ سے خوش ہین اور مین کوئی نئی یا انوکھی بات نہین کر رہا ہون ۔

میری پیاری چچی جو واقعی ایک نیک خاتون تھین مجھ سے کہا کرتی تھین کہ وہ میری بہبودی کے لیے سب سے زیادہ ایک بات کی خواہشمند تھین یعنی یہ کہ میرا ناجایز تعلق کسی بیاہی ہوئی عورت سے ہو جاوے ۔ میری بہتری کیلیے اُن کی دوسری بڑی خواہش یہ تھی کہ مین فوج مین ایڈ جوٹنٹ (ایک فوجی عہدہ کا نام ہے) ہو جاؤن اور اگر بادشاہ کا ایڈجوٹنٹ ہو جاؤن تو اور بھی اچھی بات ہو تیسری خواہش یہ تھی کہ میری شادی ایک نہایت مالدار عورت سے ہو جس کے جہیز مین بہت سے ملازم آوین ۔

مین جب اپنی زندگی کے اُس زمانے پر نظر ڈالتا ہون تو مجھکو سخت تکلیف

اور نفرت ہوتی ہی - مین نے لڑائیون مین انسانون کو قتل کیا - دوسرون کی جان لینے کی نیت سے خونی کشتیان (duels) لڑین - جو اکھیلا کسانون کی سخت محنت سے پیدا کیا ہوا روپیہ فضول کامون مین صرف کیا - اپنے مزارعان کو سخت سزائین دین - بدچلن عورتون سے تعلق رکھا اور آدمیون کو دھوکا دیا - دروغگوئی - غارتگری - شرابنوشی - ظلم - قتل وغیرہ سب کچھ کیے - اور دنیا کا شاید ہی کوئی بُرا فعل ایسا ہوگا جو مجھ سے بچا ہوگا تاہم دوسرے شخصون کی نگاہ مین یقیناً مین بھلا آدمی خیال کیا جاتا تھا دس سال تک میری زندگی اسی طریق پر گذری -

اس زمانے مین جو مین نے تحریر کا کام کیا اُسکی بنا شہرت - روپیہ کمانا اور غرور تھی بحیثیت مصنف بھی مین اُسی سڑک پر چلا جو مین نے بحیثیت انسان اپنے لیے منتخب کی تھی - شہرت اور مالی فائدے کی غرض سے مین نے اپنے اُن خیالات پر جو اعلےٰ درجے کے تھے پردہ ڈال دیا اور رفتار زمانے کے مطابق عمل کرنا شروع کیا - کتنی مرتبہ تحریر کے وقت مین نے اعلےٰ خیالات کی طرف توجہ ندی - یا اُن کا مضحکہ اُڑایا اور تعریف حاصل کرنے کے خیال سے چھوٹی چھوٹی باتون کی طرف متوجہ ہوا - چھبیس ۲۶ سال کی عمر مین اختتام جنگ پر مین سینٹ پٹرزبرگ (دار الخلافہ روس) مین آیا اور مشہور مصنفین سے ملاقات کی - میرا استقبال بڑے تپاک سے کیا گیا اور تعلّی آمیز تعریفین ہوئین -

میرے خیالات میرے زمانے کے دیگر انسانون کے خیالات کی طرح ہوگئے اور پہلے خیالات جنکا مدعا نیکی کی زندگی بسر کرنے کا تھا کافور ہوگئے - مثل دیگر مصنفون کے مین بھی خیال کرنے لگا کہ انسانی زندگی ترقی کر رہی ہی اور اُس ترقی مین سب سے بڑا حصّہ مصنفین اور شعرا کا ہی - ہمارا کام دنیا کو

سبق دینا ہے - اس سوال کا جواب کہ خود میری واقفیت کتنی ہے اور مین دوسرون کو کیا فائدہ پہونچا سکتا ہون - مین دیگر اہل قلم کی طرح اس طرح دے لیا کرتا تھا کہ مصنفین کو اس معاملے مین بحث کی ضرورت نہین ہے - دنیا بلا اُن کے علم کے اُن کے خیالات سے بہت متاثر ہوتی ہے - لوگ مجھے اعلے درجے کا اہل قلم اور شاعر تصور کرتے تھے - لہٰذا مین نے اس سوال کا صحیح اور بالتفصیل جواب حاصل کرنے کی کوشش نہ کی - اہل دماغ اور شاعر تو مین تھا مگر مین سچ کہتا ہون کہ مجھے یہ معلوم نہوا کہ مین کس بات کی تلقین کرتا ہون اور میری تحریرات کا کیا اثر ہوگا تحریر سے مجکو کئی باتین نصیب ہوئین - بہت سا روپیہ ملا - اعلے قسم کی غذائین ملین - خوشنما مکان ملا - عورتین عیاشی کے لیے ملین - دوستون کی خاطر و مدارات کا موقع ملا اور شہرت ملی - اب تو مجھے علانیہ ثابت ہوگیا کہ مین نے جو کچھ سبق دیے وہ نہایت اچھے ہون گے - اور یہ کہ تحریر یا شاعری کے فن سے زیادہ فضیلت کا کام دوسرا نہین ہے - مین اپنے کو اعلے رتبے کا اہل قلم سمجھنے لگا اور اس عقیدے مین کچھ عرصے تک ذرا سا بھی ضعف نہ آنے دیا -

مگر تحریر کا کام کرنے کے دوسرے اور خاصکر تیسرے سال مین مجھے قدرے ضعیف الاعتقادی پیدا ہوئی اور مین اس مسئلہ تحریر پر ذرا غور کے ساتھ توجہ دینے لگا اوّل شک تو مجھے اسوجہ سے ہوا کہ جملہ اہل قلم کا اتفاق کسی ایک مسئلہ پر نہین ہوتا - بعض کہتے ہین کہ ہم سچائی پر ہین اور دنیا کے بقیہ مصنف غلطی پر - چند اہل قلم اپنے آپ کو "ہمچو ما دیگرے نیست" کا مصداق سمجھتے ہین - اور مصنف بھی آپس مین ویسے ہی جھگڑے گالی گلوج اور دھوکا فریب سے کام لیتے ہین جیسے کہ دنیا کے دیگر انسان -

ہم مین سے بعض اہل قلم ایسے تھے جنکو اپنے ذاتی مفاد کے علاوہ نیک و بد سے

کوئی سروکار نہ تھا۔ ان سب باتون سے مجھکو شک ہوا کہ پیشۂ تحریر کے متعلق
مین نے جو خیال قایم کر رکھا ہے اُس مین ترمیم کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازین جب
اہل قلم کی باطنی زندگی پر مین نے نظر تعمق ڈالی تب مجھے معلوم ہوا کہ اُن مین سے
اکثر کی زندگی نہایت بدچلنی کی ہے۔ اور اُن سے بہتر انسان مین نے
سپاہیون اور دیگر پیشہ ورون مین دیکھے ہین۔ مگر اہل قلم خود اپنے کو نہایت
زاہد اور پارسا سمجھتے ہین۔

مجھکو بنی نوع انسان اور اپنی ذات سے نفرت ہو گئی اور یہ بات پورے
طور پر ذہن نشین ہو گئی کہ مسئلہ تحریر کے متعلق جو خیالات مین نے قایم کر رکھے
تھے وہ غلط تھے۔ گو مین نے اپنے عقائد اس مسئلہ کے متعلق تبدیل کر دیے
تاہم اُن عقائد کی وجہ سے جو مجھکو ظاہری فوائد حاصل ہوتے تھے اُس کو ترک
نہین کیا مین برابر اپنے آپ کو اہل دماغ شاعر اور رہنما سمجھتا رہا۔ مین یہ بخوبی
جانتا تھا کہ مین دوسرون کو تلقین کرتا ہون مگر مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ مین کیا چیز
سکھاتا ہون۔ مجھکو دوسرے اہل قلم کی صحبت سے بہت نقصان پہونچا اور
غرور کا مادہ پاگل پن کی حد تک بڑھ گیا۔ جب مین اُس زمانے کی اپنی اور دیگر
اہل قلم کی حالت پر غور کرتا ہون تو مجھے وہی خیالات پیش نظر ہو جاتے ہین
جو پاگل خانے کے اندر داخل ہونے سے پیدا ہوتے ہین۔ ہم سب کا یہ عقیدہ
تھا کہ ہم لوگ جتنا زیادہ لکھ یا بول سکین یا اپنا جتنا زیادہ کلام شائع کر سکین اُتنا ہی
دنیا کے لیے مفید ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ دنیا کی ہستی کا دارومدار ہم اپنے
خیالات پر سمجھتے تھے۔ سیکڑون اہل قلم تحریر کے کام مین جُٹے ہوئے تھے
اپنی تصانیف شائع کراتے تھے اور ایک دوسرے کی تردید یا ایک دوسرے کو
بُرا بھلا کہتے تھے۔ یا اس بات پر غور کیجیے کہ نیک و بد کا مسئلہ ابھی تک ہم نے

حل نہین کیا ہو ہم برابر لکھے چلے جاتے تھے اور ایک دوسرے کی باہمی تعریف" من تراحاجی بگویم
تو مراحاجی بگو" کے اصول پر کیا کرتے تھے یا ایک دوسرے کی بُرائی کرنے پر تُل جایا کرتے
تھے۔ غرضکہ ہماری حرکات بجنسہ ویسی تھین جیسی پاگلون کی ہوا کرتی ہین۔ مطابع مین سیکڑون
آدمی ٹائپ (چھاپہ کے حروف) یکجا کر کے ہماری تصانیف کے لاکھون صفحات چھاپا کرتے
تھے۔ اور ہماری تحریرات بذریعۂ ڈاک ساری مملکت روس مین پھیل جایا کرتی تھین۔
مگر ہماری تلقین کا سلسلہ بدستور جاری رہتا تھا۔ اور ہم لوگ آپس مین شکایت کیا کرتے
تھے کہ کوئی شنوائی نہین کرتا۔ مگر اب اِس شکایت کی اصلیت میری سمجھ مین آگئی ہمارا اصل
مدعا شہرت اور روپیہ حاصل کرنے کا تھا۔ اور ان دونون باتون کی تکمیل کے لیے کتاب و
اخبارات لکھنے سے بہتر ذریعہ ہمکو معلوم نہ تھا۔ اپنی ہستی کو کارآمد ثابت کرنے کے لیے
ہم نے دنیا کے مسئلے کو اس طرح پر حل کیا تھا۔ دنیا مین جو کچھ موجود ہو وہ سب ٹھیک
ہو اور ہر شے کا وجود درجہ بدرجہ ترقی پر منحصر ہو۔ ترقی تہذیب کی وجہ سے ہو اور تہذیب کے
اعلےٰ مدارج ہم لوگون کی تصانیف پر مبنی ہین ہم لوگون کی عزت ہماری کتابون و اخبارات کیوجہ
سے ہوتی ہو لہذا ہم لوگون کا وجود سوسائٹی کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہو اور ہم نہایت
اعلےٰ درجے کے اشخاص ہین۔ اگر سب اہل قلم کا اس دلیل پر اتفاق ہوتا تو وہ ضرور صحیح
مانی جاتی۔ مگر جب ہم لوگون مین سے کوئی ایک خاص راے کا اظہار کرتا تھا تو کوئی دوسرا
اہل قلم اُس راے کی فوراً تردید کر دیا کرتا تھا۔ اور ہماری سمجھ مین نہ آتا تھا کہ اصلیت کیا ہی
مگر ایسی باتون کی جانب ہم زیادہ توجہ نہین دیا کرتے تھے۔ اور جب وہ لوگ جو ہم سے
اتفاق راے کرتے تھے ہماری تعریف کیا کرتے تھے تو ہم سمجھ لیتے تھے کہ ہم ٹھیک
ہین۔ اَب مجکو یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی ہو کہ پاگلون مین اور ہم مین مطلق فرق نہ تھا
اور مثل پاگلون کے ہم اُسوقت سواے اپنے ساری دنیا کو پاگل سمجھتے تھے۔

باب (۳)

اِس مدہوشی مین مین نے چھ سال اپنی شادی تک اور گذار دے۔ اس زمانے مین مین نے ممالک یوروپ کا سفر بھی کیا۔ غیر ملکون کے مشہور اور عالی دماغ انسانون سے ملاقات کی۔ اُن کا بھی یہی خیال تھا کہ انسان کو ہر طور پر مکمل بننا چاہیے۔ جملہ ملکون کے مہذب انسانون کے خیالات ترقی کے معاملے مین یکسان ہین۔ پہلے مین سمجھتا تھا کہ لفظ ترقی، کے ضرور کچھ معنی ہین مگر میری سمجھ مین یہ نہ آتا تھا کہ اپنی زندگی کو کس طرح بہتر بناؤن۔ "مجھکو اپنی زندگی کو کس طرح بہتر بنانا چاہیے" اس سوال کا جواب مین ٹھیک اُسی طرح دے سکتا تھا۔ جیسے کہ ایک آدمی جو کہ کشتی مین سوار ہو اور جس کو لہرین، اور ہوا کے جھونکے کہین لیے جارہے ہین یعنی وہ سوائے اسکے کہ وہ کہین جا رہا ہو مگر یہ معلوم نہین کہ کہان کچھ جواب نہین دےسکتا۔

غرضیکہ میری یہ کیفیت تھی۔ مگر بعض اوقات میرا دل (دماغ نہین) اپنے زمانے کے عقاید کے خلاف بغاوت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اصلیت کچھ اور ہی مثلاً پیرس (دار الخلافہ فرانس) کے قیام کے زمانے مین مین نے ایک آدمی کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا۔ تب مجھے علم ہوا کہ "ترقی" کی نسبت جو اہل الراے کے خیالات ہین وہ غلط ہین۔ جب مین نے سر کو تن سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا اور صندوق مین دونون کے گرنے کی آواز سُنی تب مجھے ثابت ہوا کہ ابتداے آفرنیش سے ابتک گو انسانون نے کتنے ہی معقول دلائل سے اِس فعل کو مناسب قرار دیا ہو لیکن میری طبیعت کے مطابق یہ نہایت بُرا فعل تھا۔ اور "ترقی" کو اُس سے کوئی نسبت نہ تھی

میرا نیکی وبدی اور "ترقی" کا پیمانہ اب لوگون کی راے پر مبنی نرہا بلکہ اپنے ذاتی خیالات اور طبیعت پر۔

دوسرا واقعہ جس سے میرے "ترقی" کے خیالات کو ایک بڑا دھکا لگا میرے بھائی کی موت تھی۔ وہ عین عالم شباب مین بیمار ہوا اور برسان بھر تک سخت تکلیف اُٹھا کر چل بسا۔ وہ نہایت قابل رحم دل۔ اور بردبار آدمی تھا مگر اُس کی سمجھ مین نہ آیا کہ وہ کیون بیمار ہوا اور کیون مرا "ترقی" یا زیست کے متعلق کوئی دلیل بھی میرا اسکا اطمینان نہ کرسکی۔ مگر تاہم مین نے مجبوراً اس خیال پر صبر کرلیا کہ ہرشی ترقی کر رہی ہے اور میرے بھائی کی موت کا مسئلہ گو میری سمجھ مین اسوقت نہ آیا لیکن پھر کبھی آیندہ آجاویگا۔

پردیس سے واپسی پر مین نے گانون مین بود وباش اختیار کی اور کاشتکاران کی تعلیم کے لیے اسکول کھولے۔ اس کام سے مجھے تسکین ہوئی کیونکہ دغاباز مصنفین کے کام سے تعلیم دینے کا کام علانیہ بہتر تھا۔

مگر تعلیم کا کام بھی مین نے "ترقی" کے اصول کے بھروسے پر شروع کیا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اب مجھ مین باریک بینی اور تردید کا مادہ پیدا ہوگیا تھا۔ مین نے غور کیا کہ "ترقی" کے نام کو اکثر انسانون نے بدنام کیا ہے اور بارہا "ترقی" حاصل کرنے مین غلط کوششین ہوئی ہین۔ لہٰذا مین نے یہ مناسب سمجھا کہ کسانون اور اُن کی اولاد کو پوری آزادی دیدون کہ جن باتون مین وہ اپنی ترقی سمجھین اُنھین کے مطابق عمل کرین۔ مگر ابھی تک سب سے بڑا مسئلہ حل ہونا باقی تھا۔ یعنی یہ کہ "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" والا مضمون تھا۔ بڑے بڑے اُستادون کا تعلیم کے معاملہ مین اتفاق

نہ تھا - اُن مین اصول تعلیم کے متعلق باہمی نزاع تھے - اور بسا اوقات اُن کو اپنی کم فہمی کا اظہار کرنا پڑتا تھا - مجھے چونکہ سیدھے سادے کاشتکار اور اُنکو بچون سے واسطہ پڑا تھا لہذا مین نے اُنھین اختیارات کامل دیدیے کہ جو وہ چاہین وہ پڑھین - جو تجربات مین نے تعلیم کے متعلق کیے اُنکو اب یاد کر کے مجھے ہنسی آتی ہی - گو مین اپنے دل مین سمجھا تھا کہ مین کوئی مفید مطلب تعلیم نہین دلسکتا تھا - کیونکہ مجھے خود معلوم نہ تھا کہ کونسی تعلیم مفید ہی اور کونسی غیر مفید - ایک سال تک قایمی اسکولون کے کام مین مشغول رہکر مین نے پھر دیگر ممالک کا دورہ اس نیت سے کیا کہ وہان جاکر دیکھون کہ ان حالتون مین تعلیم کا کام کسطرح انجام پاسکتا ہی -

دوران سفر مین مجھے خیال ہوا کہ مین نے تعلیم کا مسئلہ حل کر لیا ہی لہذا اُسی سال مین جب کہ روسی کاشتکاران کو گورنمنٹ نے آزادی عطا کی تھی مین اپنے ملک مین واپس آیا - واپسی پر مین نے مجسٹریٹ یا ثالث کا سرکاری عہدہ قبول کر لیا - اور غیر تعلیم یافتہ آدمیون کو مدرسون کے ذریعہ سے اور تعلیم یافتہ اشخاص کو رسالون کے ذریعہ سے تعلیم دینے لگا - کچھ عرصہ تک یہ کام برابر جاری رہا مگر بہت زمانہ نہ گذرا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا دماغ صحیح حالت مین نہین ہی اور مجھ مین عنقریب کوئی بڑی تبدیلی واقع ہونیوالی ہی - اگر اس زمانے مین میری شادی نہو جاتی تو غالبًا میری وہی مایوسی کی حالت ہوتی جو پندرہ سال بعد ہوئی - ایک سال تک مین ثالث کا کام - مدرسون کا کام اور اخبارون کا کام انجام دیتا رہا اور میری مالی حالت اسدرجہ ابتر ہوگئی کہ مجھے جان چھڑانی مشکل ہوئی - مجسٹریٹی کا کام مصیبت کا سامنا تھا تعلیم کا کام روز بروز موہوم ہوتا چلا گیا اور رسالون کا کام ایسا غیر دلچسپ معلوم ہوا

کہ میری سمجھ مین مطلق نہ آیا کہ مین کیا سکھا رہا ہون اور لوگون کو کس تعلیم کی ضرورت ہے نتیجہ یہ ہوا کہ مین بیمار پڑ گیا۔ اِس بیماری مین بہ نسبت جسمانی کے دماغی تکلیف بہت زیادہ تھی۔ لہٰذا مین پہاڑون کو چلا گیا تاکہ وہان زیادہ تازہ ہوا نصیب ہو گھوڑی کا دودھ پیون اور حیوانون کی سی قدرتی زندگی بسر کرون۔

واپسی پر جلد ہی میری شادی ہو گئی اور میرے خیالات مین بڑا بھاری انقلاب پیدا ہو گیا۔ زیست اور ترقی کے مسایل کی جانب سے ہٹ کر میری توجہ بیوی بچون اور اُن کے طرز معاشرت کی طرف جا پھنسی۔ اِس طرح پر میری زندگی کے پندرہ سال گذرے۔ گو اس زمانے مین مین مصنفی کو حقارت کی نظر سے دیکھتا رہا تاہم برابر لکھتا رہا۔ تصانیف کے دام مین اس وجہ سے اور بھی پھنسا رہا کہ اُنکی وجہ سے مجھکو مالی فائدہ پہونچا اور میری منزلت بڑھی اور روپیہ پیدا کرنے کا مجھے کوئی دوسرا ذریعہ معلوم نہ تھا۔ اِس زمانے کی تصانیف مین مین وہی تلقین کرتا رہا جس مین کہ مجھے سچائی معلوم ہوئی۔ یعنی زندگانی کا مدعا، خود کو اور اپنے متعلقین کو آرام پہونچانا ہے۔ اِس طرح پر مین رہتا رہا مگر پانچ سال ہوئے میری دماغی حالت عجیب طرح کی ہو گئی۔ مین غایت درجہ کی پریشانی کی حالت مین رہنے لگا اور میری سمجھ مین مطلق نہ آیا کہ مجھکو کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے اور کیا کرنا چاہیے۔ مین اکثر چلتا پھرتا رہتا تھا اور پست خیالات کا شکار ہو جایا کرتا تھا۔ مگر یہ زمانہ بھی گذر گیا اور مین مثل سابق بسر کرنے لگا۔ بعد مین پھر وہی پریشانی اور پستی خیالات کی حالت طاری ہو گئی۔ اس حالت مین بار بار طبیعت مین یہی سوالات پیدا ہوتے تھے کہ "کیون"، "بعد مین کیا حشر ہوگا"؟

اول مجھے یہ خیال گذرا کہ یہ سوالات فضول ہین۔ جو کچھ ان سوالات کے

جواب ہیں وہ بخوبی معلوم ہیں اور گو میرے پاس اندنون زیادہ وقت انپر صرف کرنیکے لیے نہیں ہے مگر جب چاہونگا انکو حل کرلونگا۔ مگر یہ سوالات زور پکڑتے گئے اور ہر وقت نگاہ کے سامنے رہنے لگے اور مجبور کرنیلگے کہ ہمارا جواب دو۔ میری وہی کیفیت ہوئی جو اس مریض کی ہوتی ہے جسکو شروع مین تھوڑا سا مرض ہوتا ہے مگر پوشیدہ طور پر وہ مرض بڑھتا رہتا ہے حتی کہ اس مریض کی زندگی کچھ عرصہ بعد ناقابل برداشت ہوجاتی ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ مین اب موت کے پنجون مین ہون۔ بجنسہ یہی میری دماغی حالت ہوئی۔ مجھے علم ہوا کہ یہ کوئی معمولی سوالات نہیں ہیں اور انکا بار بار سامنے آنا اس امر پر دال ہے کہ انکا جواب ملنا چاہیے۔ مین نے انکا جواب دینے کی کوشش کی۔ یہ سوالات بیہودہ سادہ اور حقیر معلوم ہوئے مگر جون جون مین نے انکی جانب توجہ کی دن دون مجھے خیال ہوتا گیا کہ ان سوالات کا زندگی کے اہم مسائل سے تعلق ہے اور مین کتنی ہی باتین کیون نہ بناؤن مین انکا جواب دینے کے ناقابل ہون۔

انتظام جایداد۔ لڑکون کی تعلیم اور تحریر کتب وغیرہ یعنی سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ مین اس امر کو دریافت کرون کہ مین یہ کام کیون کرتا ہون۔ جب تک مجھے اپنے افعال کے وجوہات نہ معلوم ہون مین کچھ نہیں کرسکتا بلکہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ان دنون اکثر یہ سوال میرے پیش نظر رہا کرتا تھا "اچھا ان دنون میرے پاس صوبہ سمارا مین چھ ایکڑ زمین اور تین سو گھوڑے ہین مگر پھر کیا؟" مین بہت پریشان رہا کرتا تھا اور سمجھ مین نہ آتا تھا کہ کیا کرون۔ اکثر موقعون پر یہ سوال ہوتا تھا کہ "مجھے کیا ضرورت ہے کہ اپنے بچون کو تعلیم دون؟" بہبودی عوام کا جب خیال آتا تھا تو مین کہا کرتا تھا کہ "مجھے اس سے کیا سروکار ہے؟" اپنی تصانیف کی شہرت کی جانب جب توجہ جاتی تھی تو مین کہا کرتا تھا کہ "اگر گاگل۔ پوشکن۔ شیکسپیر۔ مولیر یا دنیا کے سب مصنفون سے بھی زیادہ شہرت ہوئی تو پھر کیا؟" غرضیکہ میرے پاس ان سوالات کا کچھ جواب نہ تھا۔ جلد جواب دینے کی اشد ضرورت تھی کیونکہ بلا جواب زندگی مشکل تھی مگر میرے پاس جواب موجود نہ تھا۔

باب (۴)

میری زندگی کی مشین (کل) ایک دم چلتے چلتے بند ہوگئی۔ مین سانس لیتا تھا۔ کھانا کھاتا تھا۔ پانی پیتا تھا۔ سوتا تھا۔ مگر اصل زندگی مفقود ہوگئی تھی میرے دل مین ایک خواہش بھی باقی نہ تھی جسکے لیے مین جستجو کرتا۔ اگرکسی بات کیلیے میری طبیعت چاہتی تھی تو پہلے سے خیال ہوجایا کرتا تھا کہ اگر وہ بات ہوگئی تو واہ واہ ورنہ ہوئی تو واہ واہ۔ مجھکو بے اطمینانی ضرور رہے گی اگر کوئی پری میرے سامنے آتی اور مجھ سے دریافت کرتی کہ مین کیا چاہتا ہون تب بھی مین اپنی خواہش نہین بتا سکتا تھا اگرکسیوقت مجھے وہم سا ہوجاتا تھا اور کوئی خواہش میرے سامنے آکھڑی ہوتی تھی تو جب مین اُسپر گہری نظر ڈالتا تھا تو مجھے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خواہش بیفائدہ تھی۔

میرے لیے سچائی صرف اس بات مین تھی کہ زندگی ایک بیمعنی چیز ہو ہر ذرا اور ہر لحہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مین کسی غار کے کنارے پر کھڑا ہوا ہون جہان سے جان بچاکر لیں نا محال ہو۔ دنیا کے سارے مصائب میری نظر کے سامنے موجود تھے اور میری زندگی قیامت کا نمونہ تھی۔ پس مین ایک تندرست اور خوش مزاج آدمی یہ سمجھنے لگا کہ میرے لیے اب زندہ رہنا محال ہو اور کوئی زبردست طاقت مجھے قبر کی طرف لیے جاتی ہو۔ جو طاقت مجھے موت کی طرف لیے جاتی تھی وہ اُتنی ہی زبردست تھی جتنی کہ کسی زمانے مین زندہ رکھنے والی طاقت تھی۔ خودکشی کا خیال اب میری طبیعت مین قدرتاً اُسی طرح آتا تھا جس طرح کسی زمانے مین اپنی حالت کو بہتر بنانے کا خیال آیا کرتا تھا۔ خودکشی کے معاملہ مین بھی مین اپنے دل کو ایک قسم کا دھوکا دیتا تھا۔ مین اپنی جان لینے مین غفلت نہین کرنا چاہتا تھا کیونکہ میرا یہ خیال تھا کہ پہلے اپنے شکوک رفع کرلون اور بعد مین جان کھونے کے بہت سے

موقع ملین گے ۔ مین کبھی کبھی بالکل فرح سند ہوجایا کرتا تھا مگر تاہم مین نے اپنے کتب خانے مین ایک رسّی کا ٹکڑا اپنی نظر سے چھپا دیا تھا تاکہ مین کسی وقت پھانسی کھاکر نہ مرجاؤن ۔ اپنے ساتھ بندوق رکھنی بھی اسی وجہ سے ترک کردی تھی کہ کہین اپنا کام تمام نہ کرلون میری سمجھ مین یہ نہ آتا تھا کہ مین کیا چاہتا ہون ۔ مین زندگی سے خائف تھا اور اُس سے گھبراتا تھا تاہم اُس سے ایک ایسی امید رکھتا تھا جسے بیان نہین کرسکتا ہون ۔؟

ایسے وقت مین جبکہ میری زندگی کی جملہ باتین خوشی دینے والی تھین اور جبکہ میری عمر پچاس سال کی بھی نہین ہوئی تھی میری حالت ناگفتہ بہ ہوگئی میری بیوی نیک اور محبت کرنے والی تھی ۔ میرے بچے پیارے اور اچھے تھے ۔ میری جائداد معقول تھی اور بلا کسی سعی کے اُس کی حیثیت بڑھتی تھی ۔ میرے دوست اور ملنے والے میری زیادہ عزت کرتے تھے اجنبی لوگ میری تعریفین کرتے تھے ۔ اور مین خود بھی بلا اپنے آپ کو دھوکا دیے اس بات کا اندازہ لگا سکتا تھا کہ مین روز بروز زیادہ شہرت حاصل کر رہا ہون ۔ علاوہ ازین میرا دماغ پورے طور پر صحیح اور قوی تھا میرے دماغ اور جسم مین اتنی طاقت تھی جو میرے درجہ یا تحریر کا کام کرنے والے آدمیون مین کم ملتی ہے ۔ مین کھیت کاٹنے مین کاشتکارون کا مقابلہ کرتا تھا اور دس گھنٹے متواتر بلا کسی نقصان کے دماغی محنت کرسکتا تھا ۔

میرے دماغ کی اُسوقت ایسی حالت تھی کہ مین سمجھتا تھا کہ کسی نے میرے ساتھ نہایت بیوقوفی اور شرارت کا مذاق کیا ہے مگر مین یہ نہین جانتا کہ کس نے ۔ گو مین خالق کی ذات سے منکر تھا تاہم مین نے یہ نتیجہ قدرتاً نکالا تھا کہ کسی نے میرا مضحکہ اُڑا رکھا ہے گو اس خیال نے تاریکی مین قدرے روشنی پیدا کردی مگر مین نے

اپنے دل مین غور کیا کہ یہ شخص خواہ کوئی بھی ہو وہ ایک ایسے انسان کے ساتھ
جس نے اپنی زندگی کے تیس چالیس سال تعلیم و دماغی ترقی مین گذار دیے ہون
ایک عجیب قسم کا مذاق کر رہا ہی مجھے صرف یہ معلوم ہوتا تھا کہ نہ تو زندگی کبھی کوئی شے
تھی نہ اب ہی اور نہ آیندہ ہوگی جو شخص مجھے پریشان کر رہا تھا وہ ضرور مجھ پر ہنستا ہوگا
مگر مجھے اسکا بھی یقین نہ تھا کہ کوئی شخص ایسا ہی بھی یا نہین یا صرف میرا وہم ہی وہم
ہی مین اپنے کسی فعل کی بھی معقول وجہ نہین بیان کر سکتا تھا زندگی کا تو ذکر ہی کیا تھا
مجھے تعجب صرف اس بات کا تھا کہ جو حالت میری ان دنون گذر رہی تھی وہ اس سے
قبل کیون نہین گذری - مین سمجھتا تھا کہ بیماری اور موت ضرور آوین گی جس طرح سے
کہ میرے دوست اور عزیزون کے لیے آئین - اگر آج نہ آئینگی تو کل آوین گی -
اور اُس وقت سواے بدبو اور کیڑون کے کچھ باقی نرہے گا اُسوقت میرے
جملہ افعال فراموش ہو جاوین گے اور میرا پتہ نہوگا - پھر ایسی حالت مین کسی کام پر
توجہ دینا عبث ہی جب تک ہمین زندگی کا خمار ہی تب ہی تک زندگی ممکن ہی اور
جب نشہ اُتر جاوے تب زندگی حماقت اور خواب معلوم ہوتی ہی - زندگی مین کوئی
بات ہنسی یا دل لگی کی نہین ہی بلکہ وہ حماقت اور ظلم سے پر ہی - ایک پرانی
مشرقی کہاوت ہی کہ "پہاڑ مین کسی مسافر پر ایک جنگلی جانور نے حملہ کیا مسافر اپنی
جان بچانے کے لیے ایک خشک چاہ کے گھیرے مین کود پڑا - مگر کنوئین کی
تلی مین اُس نے ایک دوسرا خونخوار جانور دیکھا جو اُس کے کھانے کے لیے طیار
تھا - بدبخت مسافر نے ایک درخت کی شاخ پکڑلی جو کنوئین کے گھیرے کے
وسط مین تھا - مسافر نہ اوپر آ سکتا ہی نہ تلی مین جا سکتا ہی اُس کے بازو تھک گئے
ہین اور جب اُسکو دونو طرف موت نظر آ رہی ہی درخت کی جڑ مین سے دو چوہے ایک
کالا اور ایک سفید نکلتے ہین اور درخت کی جڑ کو کاٹنے لگتے ہین - مسافر یہ سب

کچھ دیکھ رہا ہی اور جانتا ہی کہ وہ ضرور مرجائے گا تاہم وہ اپنی زبان نکالکر اُن تینون کا شہد چاٹنے لگتا ہی جو اُنپر موجود ہی۔

بجنسہٖ یہی حالت میری ہی۔ مین جانتا ہون کہ موت مجھے ضرور اپنا شکار بنادیگی۔ مگر زندگی کے درخت کی شاخ کو پکڑے ہوئے ہون۔ میری سمجھ مین نہین آتا۔ کہ ایسی تکالیف کا سامنا کیون ہو رہا ہی۔ مین اُس شہد کو جو مجھے کبھی شیرین معلوم ہوتا تھا چکھتا ہون مگر وہ مجھے اب لذیذ نہین معلوم ہوتا اور سفید اور کالا چوہا برابر زندگی کے درخت کی جڑ کو کاٹ رہے ہین۔ خونخوار جانور سامنے نظر آتا ہی اور شہد کی شیرینی جاتی رہی ہی۔ یہ کوئی کہانی نہین ہی بلکہ زندہ اور صریح سچ ہی جس کو سب انسانون کو سمجھنا چاہیے۔ پہلے مغالطے جنکی وجہ سے زندگی مین خوشی معلوم ہوتی تھی دور ہوگئے۔ بقول شاعر

زندگی موت تھی اک عمر مین ثابت یہ ہوا
میرا ہونا تھا فقط میرے نہونے کے لیے

گو مین اپنے دل کو کتنا ہی کیون نہ سمجھاؤن کہ زندگی کا مسئلہ حل نہین ہوسکتا اور یہ کہ بلا سوچے سمجھے زندگی گذارنی چاہیے۔ مگر مین ایسا نہین کرسکتا کیونکہ عرصہ سے میری زندگی دوسرے طریق پر گذری ہی۔ مجھے ہر وقت یہی خیال رہتا ہی کہ جو دن یا رات گذرتی ہی وہ مجھے موت کے زیادہ نزدیک لاتی ہی۔ مجھے صرف اسی مین سچائی معلوم ہوتی ہی۔ باقی سب کچھ جھوٹ معلوم ہوتا ہی۔ شہد کے دو قطرے جنھون نے مجھے سچائی سے علحدہ کر رکھا تھا مجھکو اب میٹھے نہین معلوم ہوتے۔ یہ شہد کے قطرے اپنی بیوی بچون اور تصانیف سے محبت تھی۔ مجھے خیال ہوتا تھا کہ میرے بیوی بچے بھی میری طرح انسان ہین۔ یا تو وہ مغالطہ مین ہین یا اُنھین بھی اس خونخوار سچائی کا میری طرح سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ کیون زندہ ہین؟

کیا یہ ضرور ہی کہ مین اُن کو پالون اور اُنکی نگرانی کرون ؟ کیا اُن کی بھی ویسی ہی حالت کر دون جیسی کہ میری ہی یا اُنکو مغالطہ مین رکھون ؟ چونکہ مجھے اُن سے محبت ہی مین اُنسے سچائی کا اظہار کیے بغیر نہین رہ سکتا۔ ہر قدم پر وہ موت سے زیادہ نزدیک ہو رہے ہین۔

اب تصانیف اور شاعری کی کیفیت سُنیے۔ کامیابی اور تعریف کے نشہ مین مین یہ سمجھتا تھا کہ تحریر کا کام باوجود اسکے کہ مجھے مرنا ہی جاری رکھنا چاہیے مگر یہ بھی مغالطہ تھا تصانیف زندگی کی دلچسپی اور آرایش کا ذریعہ ہین مگر جب زندگی ہی بُری معلوم ہو تو تصانیف کا کیا کرے۔ جبتک مین تصنّع کی زندگی بسر کرتا رہا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ زندگی کیا شی ہی تب تک شاعری اور تصانیف اچھی معلوم ہوتی تھین مگر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ زندگی بیسود ہی تو یہ چیزین میری تسکین کا ذریعہ نرہین۔

جب تک میرا یہ خیال تھا کہ زندگی کوئی اصلی شی ہی دنیا کی ساری باتین مجھے متاثر کرتی تھین مگر جب یہ معلوم ہو گیا کہ زندگی کی کچھ بھی اصلیت نہین ہی تب ساری باتون سے دلچسپی جاتی رہی جب مجھے خونخوار جانور اور چوہے نظر آگئے تو شہد کا ذائقہ جاتا رہا۔ مین اُس آدمی کی مثال تھا جو جنگل مین گم ہو گیا ہو اور پریشانی کیحالت مین راستے کی تلاش مین ادھر اُدھر دوڑتا پھرتا ہو۔ یہ غضبناک حالت تھی جس سے بچنے کیلیے مین خودکشی کرنا چاہتا تھا۔ جب مین اپنے انجام پر نظر ڈالتا تھا تب مجکو بہت خوف لگتا تھا اور یہ خوف میری موجودہ حالت سے زیادہ پریشان کرنیوالا تھا۔ گو مین سمجھتا تھا کہ کبھی روز دل یا بدن کے کسی دوسرے عضو مین زیادہ خرابی پیدا ہونے سے زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا مگر مین سہولیت کے ساتھ موت کا انتظار کرنیکے ناقابل تھا۔ لھذا مین رسی یا گولی سے اپنی زندگی کا خاتمہ کرنے کے خیال مین رہا کرتا تھا یہ اسباب تھے جن سے خودکشی کا خیال پیدا ہوا تھا۔

باب (۵)

یہ ممکن ہے کہ مین زندگی کے مسئلہ پر غور کرتے ہوئے کسی بات کو چھوڑ گیا ہون یا کسی بات کا مطلب نہ سمجھا ہون۔ مین اکثر یہ سوال اپنے دل ہی دل مین کیا کرتا تھا کہ کیا انسان اسی لیے پیدا ہوا ہے؟ جو سوالات مجھکو تکلیف دہ تھے اُن کے جوابات مین موجودہ علم کی ہر شاخ مین تلاش کرتا تھا۔ اس جستجو مین دل وجان سے مین شبانہ روز مصروف رہا۔ مین نے جوابات کو اُسی طرح تلاش کیا جیسے کہ مرتا ہوا انسان اپنی جانبری کا ذریعہ تلاش کرتا ہے۔ مگر مجھے جوابات نہ ملے۔ مین اپنی تلاش مین ناکام ہی نہ رہا بلکہ میرا یہ خیال پختہ ہوگیا کہ دیگر انسان بھی جنھون نے میری طرح تلاش کی ہوگی ناکامیاب رہے ہون گے اور یہ کہ انسان بالتحقیق اگر کوئی بات کہہ سکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ زندگی ایک بے معنی چیز ہے۔ مین نے ہر سمت مین تلاش کی اور محض کتابون پر ہی اکتفا نہ کیا سوسائٹی مین میری اس درجہ عزت تھی کہ بڑے بڑے انسانون اور اہل علم سے میری ملاقات تھی۔ اُن سے بھی مین نے اپنے شکوک کے متعلق سوالات کیے مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ مجھکو علم سے وہ سارے فوائد حاصل تھے جو عالمون کو ہوا کرتے ہین مگر اس سوال کا جواب کہ "زندگی کیا شے ہے" مجھے نہ ملا۔

عرصہ ہوا مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ انسانی علوم مین اس سوال کا جواب نہین ہے کچھ دن قبل مجھے اس قسم کا خیال گذرا تھا کہ جب سائنس اُن معاملات پر جن کا تعلق انسانی زندگی سے کم درجے کا ہے زیادہ توجہ دیتا ہے تو زندگی کے ایسے اہم سوال کا بہت معقول اور مفصل جواب اُس مین موجود ہوگا اور اسی خیال سے ایک زمانے تک اہل سائنس کی مخالفت کرنے کی میری ہمت نہوئی اور مین سمجھتا رہا کہ میری عقل اور علم مین کچھ کمی ہے جسکی وجہ سے میری فہم قاصر رہتی ہے مگر چونکہ مین نے

اِس سوال کو سب سے زیادہ ضروری سمجھ رکھا تھا مین برابر اُس کے جواب کی جستجو مین رہا اور آخری نتیجہ یہ نکالا کہ مین اِس سوال کرنے مین غلطی پر نہ تھا بلکہ سائنس مین واقعی اُسکا جواب موجود نہین ہی جس سوال کی وجہ سے پچاس برس کی عمر مین مین نے خودکشی کا ارادہ کیا تھا وہ نہایت سادہ اور قدرتی تھا وہ ہر بچہ اور بزرگ کے دل مین خواہ وہ کتنا ہی عقلمند کیون نہو پیدا ہوتا ہی اور واقعی ایسا سوال ہی کہ جبتک وہ طے نہوجاوے زندگی بار معلوم ہوتی ہی۔

وہ سوال یہ تھا :- "جو کام مین آج کر رہا ہون یا کل کرون گا اُن سے کیا نتیجہ ہوگا؟ دوسرے الفاظ مین "مجھکو کیون زندہ رہنا چاہیے"؟ (یا قدرے بدلے ہوئے الفاظ مین) کیون کسی شی کی خواہش کرنی چاہیے۔ کیون کوئی کام کرنا چاہیے"؟ یا قدرے بدلے ہوئے الفاظ مین "کیا میری زندگی مین کوئی ایسی شی ہی جو لابدی موت پر غالب آجاوے؟"

یہ ایک ہی سوال ہی جس کو مین نے مختلف پیرایہ مین بیان کیا ہی۔ مین نے اِس سوال کا جواب جملہ انسانی علوم مین تلاش کیا۔ مگر جواب نہ ملا۔ سائنس دو قسم کا ہوتا ہی ایک وہ جو تجربے پر مبنی ہی اور جس کو تجربے کا سائنس (enperimental Scinence) کہتے ہین۔ دوسرا کتابی فلسفہ کا سائنس جسکو تھیورٹک فلاسفی (Theoretic Philosophy) کہتے ہین۔ اول الذکر یہ کہتا ہی کہ اِس قسم کا سوال ہی نہین ہوسکتا۔ مؤخرالذکر سوال کو تو قبول کرتا ہی مگر اُسکا جواب دینے مین قاصر رہتا ہی۔ ایک عرصہ تک مین انسانی سائنس کے بھروسے پر رہا مگر چونکہ اب اسی سوال پر میری زیست اور موت کا معاملہ مبنی ہی لہذا مجھکو موجودہ سائنس سے قناعت نہین ہوسکتی۔

پہلے مین کہا کرتا تھا کہ دنیا اور انسان ترقی کر رہے ہین اور مین اپنے آپکو کل کا

ایک جزو سمجھتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ جس قدر کُل کے متعلق معلومات ہوتی جاوین گی جزو
یعنی اپنی زندگی کا معاملہ خود سمجھ مین آجاوے گا۔ مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہر مگر
مین بلا کہے ہوئے نہین رہ سکتا کہ ایک زمانہ تھا کہ جب مجھکو ترقی محسوس ہوتی
تھی۔ اُس وقت میرا حافظہ اور میرے جسمانی اعضا سب ترقی کی حالت مین تھے
مگر کچھ دنون بعد وہ زمانہ رخصت ہوا اور بجاے ترقی تنزّل معلوم ہونے لگا میرے
قوی کمزور ہونے لگے اور دانت گرنے لگے اُس وقت مجھے خیال ہوا کہ یہ ترقی
ہر یا ترقی معکوس؟ مین نے غلطی سے ایک خاص ذاتی معاملہ کو ایک عام
قانون قدرت سمجھ لیا تھا۔

اِس ترقی کے قانون پر جب مین نے گہری نظر ڈالی تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ دعوے
کہ "ہر شے ایک لاانتہا مدت اور پیچیدگی کے بعد درجۂ کمال حاصل کرے گی"
باطل ہر کیونکہ اہل سائنس خود تسلیم کرتے ہین کہ لامحدود کو سادگی و پیچیدگی۔ ماضی
و آیندہ۔ اچھے اور برے کی کچھ امتیاز نہین ہر۔ تحصیل علوم خالی از دلچسپی و
لطف نہین ہر اور جب تک سائنس اہم مسئلۂ زندگی کے حل کرنے کا دعویدار
نہین بنتا اس کی ساری باتین صحیح اور درست ہین مگر جہان اُسنے انسانی زندگی
کا مسئلہ طے کرنے کا دعوے کیا وہین اس کی غلطیان ظاہر ہونے لگتی ہین۔
بڑے بڑے فلاسفر اور اہل الراے ایک دوسرے کی تردید کرتے رہتے
ہین اور اکثر ایسا بھی دیکھا جاتا ہر کہ ایک ہی تصنیف مین مسئلہ زندگی کا ذکر کرتے
ہوے مصنّف خود کئی کئی بار اپنی تردید خود کر دیتا ہر۔

جب ہم سائنس کے اُن کارنامون پر نظر ڈالتے ہین جنکا تعلق انسانی زندگی
سے نہین ہر یا بہت کم ہر تب ہم انسان کی دماغی عظمت کی تعریف کرتے ہین
مگر جب ہم پوری توجہ اس بات پر مبذول کرتے ہین کہ دیکھین سائنس نے

زندگی کے صریح مسئلہ کو کس طرح صاف کرکے دکھایا ہے تو ہم کو سخت مایوسی ہوتی ہے اہل سائنس کہتے ہیں خود ہم تمھیں یہ نہیں بتلا سکتے کہ تم کون ہو اور کیوں زندہ رہتے ہو ان سوالات پر ہم غور نہیں کرتے ۔ البتہ اگر تم قانون روشنی ۔ قوانین اجسام ۔ دماغی طاقتوں وغیرہ کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہو تو ہم تم کو ٹھیک ٹھیک جواب دے سکتے ہیں تجرباتی سائنس (Experimental Science) کا تعلق مسئلہ زندگی سے صرف اس قدر ہے کہ وہ یہ بتلاتا ہے کہ بے شمار چھوٹے چھوٹے ذرے بے شمار پیچیدہ طریقوں میں اپنی ہیئت تبدیل کرتے رہتے ہیں اور جب تم کو ان کی تبدیل ہیئت کا حال معلوم ہو جاوے گا اُس وقت تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ تم کیوں زندہ ہو" میں خود پہلے کہا کرتا تھا کہ "انسانی زندگی و ترقی کے وجوہات روحانی ہیں ۔ ان روحانی وجوہات کا اظہار مذہب سائنس ۔ فنون و طرائق حکومت میں ہو رہا ہے اور درجہ بدرجہ انسان کبھی ایسی ترقی کر جاوے گا کہ اعلےٰ پایہ پر پہونچ جاوے گا ۔ چونکہ میں خود انسان ہوں لہذا میرا فرض ہے کہ دنیا کو اس سچائی کے باور کرانے میں مدد دوں" اپنی دماغی کمزوری کے دنوں میں میں اس قسم کی دلائل میں یقین کرتا رہا مگر جوں ہی زندگی کا اہم مسئلہ میرے پیش نظر رہنے لگا تو اُس وقت اس دلیل کا وجود قطعی جاتا رہا ۔ اس دلیل کے حامیوں کو بہت کم ذی روحوں کا بھی پورا حال معلوم نہیں ہے اور وہ کُل دنیا کی ذی روحوں کے قُلابے باندھتے ہیں علاوہ ازیں ایک دوسرے کے خیالات کی تردید کرتے رہتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ان سوالات کا جواب دیں کہ "میں کیا ہوں" ؟ "کیوں زندہ ہوں" "و نے مجھے کیا کرنا چاہیے" ؟ وہ کُل دنیا کے خدائی ٹھیکہ دار بنجاتے ہیں اور ایک عجیب قسم کی غیر مفہوم گفتگو کرتے ہیں ۔

یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ اپنی زندگی کو سمجھنے کیلیے ایک انسان کو جملہ دیگر ذی روحوں کی زندگی کو پہلے سمجھنا چاہیے جبکہ وہ دوسرے ذی روح بھی میری طرح اپنی زندگی سے ناواقف ہیں - !

مین اس بات کو تسلیم کرتا ہون کہ ایک زمانہ تھا کہ جب مجھے ان دلائل مین یقین تھا - اور مین سمجھتا تھا کہ دنیا کی زندگی ان دلائل کے مطابق گذر رہی ہے مگر کچھ عرصے بعد جب میری آنکھین کھلین تو مجھے معلوم ہوا کہ سائنس کی بہت سی شاخین ایسی ہین کہ جن کے دعوے باطل ہین اور مختصر معلومات کے لباس مین وہ دنیا کے کل معاملات مین راے زنی کرتے ہین اور آدمیون کو دھوکا دیتے ہین -

لیکن جس طرح کہ انسان اس سوال کے جواب کیلیے کہ "مجھکو کس طرح رہنا چاہیے" اہل سائنس کی اس مصنوعی تشفی پر اکتفا نہین کر سکتا کہ وہ ایک لا انتہا وقت مین بے شمار ذرّون اور اُنکی تبدیلیون کی تحقیقات کرے اسی طرح انسان اپنی زندگی کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے دنیا کی جملہ دیگر ارواح کے حالات معلوم کرنے مین بھی قاصر ہے -

باب (۶)

مسئلہ زندگی کے حل کرنے کی کوشش مین میری وہی کیفیت ہوئی جو اُس انسان کی ہوتی ہے جو کسی لق و دق بیابان مین گم ہو جاوے - وہ ایک کشادہ میدان مین آتا ہے اور درخت کی چوٹی پر چڑھکر ہر چہار طرف ایک عظیم الشان رقبہ دیکھتا ہے مگر کوئی مکان نظر نہین آتا - وہ گھبرا کر پھر جنگل کی طرف دوڑتا ہے اور اُسکی تاریکی مین گم ہو جاتا ہے مگر مکان کا پتہ نہین چلتا - اسیطرح مین بھی فلسفہ و سائنس کے بیابانون مین گم ہو گیا اور قدم قدم پر مجھکو زیادہ تاریکی معلوم ہوئی - آخرش مجھے پختہ اعتقاد ہو گیا کہ ان بیابانون مین سے نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہین ہے - جب مین نے دھوکا دینے والے علوم کی روشنی کا تعاقب کیا تب مجھے معلوم ہوا کہ مین سچائی سے اور بھی زیادہ دور ہو گیا اور گو یہ علوم مجھے بہت ترغیب دینے والے تھے مگر میرے سوال کا جواب اُن سے کوسون کی دوری پر تھا - مین اپنے دل مین سوچتا تھا کہ جو کچھ سائنس کی تعلیم ہے وہ مجھے سب معلوم ہے - مگر میرے سوال کا جواب دینے مین سائنس قاصر تھا - یہی کیفیت فلسفہ کی تھی اس سوال کا جواب کہ "زندگی کے کیا معنی ہین" ؟ فلسفہ مین نہ تھا - نہ اس سوال کا جواب کچھ تھا کہ "میری زندگی کا کیا حشر ہوگا" ؟ "ہم سب کیون زندہ ہین" یا "مین کیون حیات ہون" ان سوالات کے حل کرنے مین بھی فلسفہ دم بخود تھا - جب مین سائنس کی ایک شاخ کی جانب رجوع ہوتا تھا تو مجھکو بہت سے ایسے سوالات کے جوابات ملتے تھے جن سے میرا کوئی تعلق نہ تھا - یعنی ستارون اور سیارون کی گردش و حرکت کے متعلق - ہوائی ذرات کے متعلق - نسل انسانی کی پیدایش کے متعلق وغیرہ وغیرہ - مگر اس سوال کا جواب کہ "زندگی کے کیا معنی ہین" ؟ صرف

یہی تھا کہ تم ذرون سے بنے ہو اور ان ہی ذرات کی باہمی حرکت کا نام زندگی ہے جب تک یہ ذرات حرکت کرتے رہین گے تم زندہ رہو گے اور جب ان ذرات کی حرکت بند ہو جاویگی تو تمھاری زندگی کا خاتمہ ہو جاوے گا اور اُسی کے ساتھ تمھارے سوال کا بھی خاتمہ ہو جاوے گا۔ تم چند مرکبات کا ایک ٹکڑا ہو۔ اس ٹکڑے مین تبدیلیان واقع ہوتی رہتی ہین۔ ان تبدیلیون کا نام انسانون نے زندگی رکھا ہے۔ جب ٹکڑے سے ذرات علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہین تو انھین کے ساتھ زندگی اور شکوک کا خاتمہ ہو جاتا ہے" انسانی علم اور تجربات اگر درست ہین تو اس کے سواے مسئلہ زندگی کا کوئی اور جواب نہین دے سکتے۔ مگر یہ کوئی جواب نہین ہے۔ مین تو یہ معلوم کرنا چاہتا ہون کہ میری زندگی کے کیا معنی ہین۔ اس جواب سے کہ میری زندگی نہایت چھوٹے ذرات کا مجموعہ ہے میرا مطلب حل نہین ہو سکتا۔ خیالی سائنس (Theoritical Science) یہ کہتا ہے کہ دنیا ایک لایزال شے ہے جو سمجھ مین نہین آسکتی اور انسانی زندگی بھی نہ سمجھ مین آنیوالے کُل کا ایک جزو ہے۔

دیگر سائنس مثل جورس پروڈنس (Jurisprudence) پولیٹکل ایکانومی (Political Economy) اور تواریخ (History) میرے سوال کا جواب دینے مین قاصر ہین۔ اگر یہ جملہ سائنس درست ہین تو اُن کا جواب صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو سقراط۔ شوپنہار۔ سلیمان۔ اور بُدھ نے دیا تھا۔ سقراط نے مرتے وقت کہا تھا کہ ہم جتنے زندگی سے دور ہوتے جاتے ہین اُتنے ہی سچائی کے نزدیک ہوتے جاتے ہین۔ جو اصلی سچائی کے طلبگار رہین وہ کیا چاہتے ہین؟ صرف یہ کہ جسمانیت اور اس کے گناہون سے چھٹکارا ملے۔ ایسی صورت مین کیا موت کوئی بُری شے ہے؟

عقلمند انسان عمر بھر موت کی جستجو مین رہتا ہی اور وہ موت سے کبھی خائف نہین ہوتا - شوپنہار کہتا ہی کہ دنیا کا وجود انسان کی قوت خیال (Will) پر مبنی ہی - دنیا کی جملہ چیزین نہایت چھوٹی چیز سے بڑی سے بڑی چیز تک انسان کے خیال کی مطیع ہین - جہان قوت خیال (Will) غائب ہوئی دنیا غائب ہو جاتی ہی - مگر دنیا کا غائب ہونا انسانی عادت جبلی کے خلاف ہی کیونکہ انسان مین زندہ رہنے کی خواہش قدرتی ہی لہذا اُسکی وِل (Will) کبھی مفقود نہین ہوتی البتہ جن انسانون مین وِل (Will) مفقود ہو گئی ہی اُن کے لیے ساری دنیا مع تمام سورجون اور کہکشانون کے عدم کے برابر ہی -

سالومن (سلیمان) کہتا ہی کہ "زندگی عبث ہی - انسان جو دنیا مین محنت کرتا ہی اُسکا کیا نتیجہ ہی ؟ ایک نسل کے بعد دوسری نسل آتی ہی مگر زمین برابر قائم رہتی ہی - جو شئی ہمیشہ سے چلی آتی ہی وہ اب بھی برابر رہے گی - دنیا مین کوئی نئی شئی نہین ہی - کیا کوئی ایسی چیز واقعی ہی جس کی نسبت کہا جا سکے کہ دیکھو یہ چیز نئی ہی ؟ پہلی چیزون کی ہم کو قطعی یاد نہین ہی اور جو چیزین آیندہ آوین گی اُن کو بھی ہم ضرور فراموش کر جاوین گے -

"مین بیت المقدس مین اسرائیل کا بادشاہ تھا - مین نے دنیا کی جملہ چیزون کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کی - خدا نے بنی نوع انسان کے دلون مین یہ بے چینی پیدا کر دی ہی کہ وہ چیزون کی ماہیت دریافت کرین میری کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ (مین بڑا مالدار ہون) دنیا مین سوائے پریشانی اور تکلیف کے کچھ نہین ہی - مجھے یہ خیال ہو گیا کہ مین بڑا مالدار ہون اور بیت المقدس مین اب تک جتنے آدمی گذرے ہین اُن سب سے زیادہ عقلمند ہون اور مجھے بہت سی چیزون کی ماہیت معلوم ہی مگر بعد مین یہی نتیجہ نکلا کہ

سواے پریشانی سے اور کچھ نہین ہے کیونکہ جتنی معلومات زیادہ ہونگی اُتنی ہی زیادہ تکلیف محسوس ہوگی اور جو شخص اپنا علم بڑھاتا جاتا ہے اپنی تکالیف مین خود اضافہ کرتا جاتا ہے تب مین نے اپنے دل مین کہا کہ مجھکو آسایش کے سامان مہیا کرنے چاہیین اور ہنسی خوشی مین زندگی بسر کرنی چاہیے - مین اپنی تفریح کی غرض سے شرابخواری پر کمر بستہ ہوا اور بڑے بڑے مکانات بنائے انگور کے باغات لگائے اور ہر قسم کے پھلدار درخت طیار کیے - پانی کے چشمے بنائے اور غلام اور کنیزکین نوکر رکھین اور بیت المقدس مین جتنے قسم کے جانور دستیاب ہوسکتے تھے اُن سب کو پالا - بہت سا سونا چاندی فراہم کیا مرد اور عورتین گانے کے لیے ملازم رکھے اور فن موسیقی کی طرف توجہ دی ہر قسم کے باجے خریدے وغیرہ وغیرہ - اس طرح پر مین بڑا بن گیا اور اپنے متقدمین پر فوق لیگیا میرا دماغ بھی صحیح و سالم رہا - میری آنکھون نے جو کچھ دیکھا یا میرے دل نے جس بات کو چاہا مین نے اُن سے اُن کو محروم نرکھا - لیکن جب جو سامان مین نے فراہم کیے تھے اُن پر نظر تعمق ڈالی تو سواے پریشانی اور بیفائدگی کے اور کچھ معلوم نہوا -

"تب مین نے عقلمندی - خبط اور بیوقوفی کا مقابلہ کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ سب کا یکسان حشر ہوتا ہے مین نے اپنے دل مین سوچا کہ جب بیوقوف انسان کا اور میرا ایک ہی حشر ہوگا تو مجھکو اُس پر کس طرح سے ترجیح حاصل ہے جس طرح بیوقوفون کو دنیا فراموش کردیتی ہے اُسیطرح عقلمندون کو بھی ہمیشہ یاد نہین رکھتی - جو چیزین آج موجود ہین وہ ضرور کبھی نہ کبھی بھولی جاوینگی اور جس طرح بیوقوف مرتا ہے اُسیطرح عقلمند کا بھی انجام ہوتا ہے" اس وجہ سے مجھے زندگی سے نفرت ہوگئی کیونکہ دنیا مین جتنی چیزین ہین وہ سب تکلیف دینے والی ہین - جو سامان مین نے

فراہم کیا تھا وہ مجھے اس وجہ سے برا معلوم ہونے لگا کہ اپنے جانشین کے لیے مجھے اسکو چھوڑنا پڑے گا۔ انسان جو محنت اور تکلیف اُٹھاتا ہی اُسکا اسکو کیا نتیجہ ملتا ہی؟ اسکا تمام دن پریشانی مین گذرتا ہی اور اُسکو رات کو بھی چین نہین ملتا۔ ظاہرا انسان کے لیے اس سے بہتر کوئی بات نہین ہی کہ وہ کھاوے پیوے اور اپنی محنت سے حظ اُٹھاوے۔ صرف اسی بات مین خدا کا ہاتھ معلوم ہوتا ہی۔ وہ سب کا حشر ایک ہی ہی۔ نیک و بد۔ صاف و غلیظ انسان کا ایک ہی انجام ہی۔ جو شخص عبادت کرتا ہی اور جو نہین کرتا۔ اچھے افعال کرنے والا اور گنہگار۔ قسم کھانے والا اور قسم سے ڈرنے والا سب یکسان ہین۔ زیر آفتاب سب جتنے کام ہوتے ہین اُن مین یہ بڑی خرابی ہی کہ سب کا ایک ہی انجام ہوتا ہے۔ بنی نوع انسان کے دل گناہون سے پُر ہین۔ زندگی مین وہ خبط مین مبتلا رہتے ہین اور اُسکے بعد راہی ملک عدم ہوتے ہین۔ "جو انسان زندہ ہین اُن کے لیے امید باقی رہتی ہی کیونکہ زندہ کتا مردہ شیر سے بہتر ہی۔ زندہ انسان سمجھتے ہین کہ وہ مرین گے مگر مردے کچھ بھی نہین جانتے۔ نہ انھین کسی انعام کی امید ہوتی ہی کیونکہ وہ اپنے افعال کو ہی بھول جاتے ہین۔ اُنکے لیے محبت۔ نفرت۔ حسد فنا ہو جاتے ہین اور دنیا مین جو کچھ ہو رہا ہی اُس مین اب اُنکا حصہ نہین ہی۔"

مندرجہ بالا سلیمان کے خیالات ہین۔ اب ایک ہندوستانی مہاتما کے خیالات سُنیے:۔

"ساکیہ منی (گوتم بدھ) ایک عظیم الشان والی ریاست کا ولیعہد تھا جس کی نگاہ سے ہر قسم کی تکلیف و مصائب دور رکھے گئے تھے۔ ایک روز وہ ہوا خوری کے لیے تیار ہا تھا کہ اسکی نظر ایک ایسے ضعیف العمر انسان پر

بڈہی جس کے منھ مین دانت نہ تھے - اُسکو دیکھکر شہزادہ نہایت متحیر ہوا اور اُس نے
اپنے کوچمین سے دریافت کیا کہ یہ بڈھا ایسی خراب وخستہ حالت مین کیون ہے -
کوچمین نے جواب دیا کہ سب انسانون کا یہی حشر ہوتا ہے اور یا وجود یکہ شہزادہ اب
نہایت حسین اور توانا ہے مگر اسکو بھی بڑھاپے کی تکلیف اُٹھانا پڑے گی - اس
جواب سے شاہزادہ بہت متاثر ہوا اور اس قابل نہ رہا کہ ہوا خوری کر سکے - چنانچہ
گاڑی کے لیے واپسی محل کا حکم دیا گیا تاکہ اس معاملہ پر وہ پورا غور و خوض کرسکے
غور و خوض کے بعد شہزادے کو قدرے تسکین ہوئی اور اُس نے پھر ہوا خوری
کے لیے تیاری کی مگر اس مرتبہ ایک مریض آدمی سے مڈبھیڑ ہوئی - شہزادہ ایک
ایسے آدمی کو دیکھکر متحیر ہوا جس کے ہاتھ پانون لڑکھڑاتے تھے جس کی بینائی
جاتی رہی تھی اور چہرہ نیلا پڑ گیا تھا - شاہزادے نے گاڑی ٹھہرادی اور
دریافت کیا کہ اسکا کیا سبب ہے - جواب ملا کہ یہ شخص بیماری کے سبب سے
اس حالت کو پہونچا ہے اور ممکن ہے کہ شاہزادہ با وجودیکہ وہ اس وقت تندرست ہے
کل ہی بیمار ہو جاوے اور اُس مین بھی کچھ ایسی ہی تبدیلی واقع ہو جاوے -
شاہزادہ پھر محل کو واپس آیا اور اُس نے دوبارہ غور کیا - تیسری مرتبہ جب
ہوا خوری کا اتفاق ہوا تو سامنے سے ایک نعش گذری - شہزادے نے
دریافت کیا کہ یہ کیا شے ہے - جواب ملا کہ ایک مردہ انسان کا جسم - شہزادے نے
مزید استفسار کیا کہ اب اس جسم کا کیا ہوگا جواب ملا کہ اس کو کسی گڈھے مین
ڈال دیا جاوے گا تاکہ حشرات الارض اُسکو کھالین - شاہزادے نے سوال
کیا کہ اسی ایک انسان کا یہ حشر ہوگا یا جملہ انسانون کا - جواب ملا کہ سب انسان
مرتے ہین اور مرنے کے بعد سب کی یہی کیفیت ہوتی ہے - شہزادہ کا خیال
فوراً اپنی ذات کی طرف گیا اور اُس نے بڑی عبرت کے ساتھ یہ غور کیا کہ

اُس کے جسم کا بھی یہی حال ہوگا چنانچہ اُس نے اپنی سواری کی واپسی کا حکم دیا
اور کہا کہ اب آیندہ کبھی ہوا خوری نکرینگے۔ چنانچہ زندگی سے سُکیہ مُنی۔
(گوتم بدھ) کو کوئی آرام نہ پہونچا اور اُس نے تصفیہ کرلیا کہ زندگی برائیون اور
تکالیف کا مجموعہ ہی۔ چنانچہ ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ خود کو اور دیگر انسانون کو
جسم اور جسمانیت کے تعلقات سے آزاد کردیا جاوے تاکہ بعد موت پھر زندگی
نہوا اور زندگی کی جڑ ہی منقطع ہوجاوے۔ دیگر ہندوستانی مہاتماؤن نے بھی
ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہی۔ مسئلہ زندگی کے سوال کا جواب اس سے
زیادہ صریح اور کچھ نہین ہوسکتا۔ سقراط کہتا ہی کہ زندگی عیب اور عبث ہی
لہذا زندگی کی فنائیت کی کوشش کرنے سے بہتر کوئی دوسری
چیز نہین ہی۔
شوپنہار (مشہور جرمن فلاسفر) کہتا ہے کہ زندگی برائی کی جڑ ہی اور
اُسکو مستقل طور پر کھو دینے کا انتظام کرنا چاہیے۔ سلیمان (Soloman) کہتا ہی
کہ عقلمندی اور بیوقوفی۔ امیری و غریبی۔ خوشی و رنج سب فضول و بیکار ہین۔ بدھ کہتا ہی
کہ زندہ رہنا اور تکالیف۔ بیماری۔ بڑھاپے اور موت کا خیال رکھنا زندہ درگور رہنا ہی۔
زندگی اور اُسکے جملہ تعلقات سے آزادی حاصل کرنا چاہیے۔
جس نتیجے پر یہ زبردست دماغ والے انسان پہونچے ہین اور جس پر کروڑون
انسانون نے غور کیا ہی وہی خیال میرا بھی ہی۔
لہذا علوم کے میدانون مین سیر کرنے سے بجاے تسکین کے مجھے وحشت ہوئی۔
ایک جانب تو مجھے قطعی جواب نہ ملا۔ اور دوسری جانب ایسا صریح جواب ملا جس سے
ثابت ہوگیا کہ زندگی ایک مصیبت ہی اور جینے پر مرنے کو ترجیح ہی۔ لہذا زندگی کو
ختم کرنا چاہیے۔

باب (۷)

جب علوم سے میرے سوال کا جواب نہ ملا تو مین انسانی زندگی سے جواب حاصل کرنے کی جستجو مین رہنے لگا اور اپنے ہر چہار طرف کے آدمیون پر نظر ڈالی کہ اُنکا طرز معاشرت کیا ہی اور وہ اس سوال کو جس نے میرے دل مین مایوسی پیدا کر دی ہی کس پہلو سے دیکھتے ہین۔ اپنے درجے کے انسانونکی حالت جو مین نے دیکھی تو مجھے معلوم ہوا کہ آدمیون کی رہایش کے چار طریقے ہین۔ اوّل تو وہ لوگ ہین جو مسئلہ زندگی سے قطعی ناواقف ہین اور بلا سوچے سمجھے زندگی بسر کیے جاتے ہین۔ اس قسم کے لوگون کے اور خاصکر جوان عورتون کے وہ سوال جو شوپنہار سلیمان اور بدھ کے پیش نظر رہتا تھا کبھی دماغ مین کبھی نہین آتا۔ اُنھین نہ تو ملک الموت ہی نظر آتا ہی اور نہ وہ چوہے جو اُس درخت کی جڑ کو کاٹ رہے ہین جس کی شاخ وہ پکڑے ہوے ہین۔ وہ محض شہد کے قطرے چکھتے ہین مگر جیون ہی اُنکی نگاہ خونخوار جانور اور چوہون کی طرف جاتی ہی فوراً اُن کے ہوش باختہ ہو جاتے ہین اور شہد کا مزا بھول جاتے ہین۔ اسکے بعد اُنکی زندگی کے عیش کا خاتمہ ہو جاتا ہی۔

دوم وہ لوگ ہین جو اے پی کیوریین کے (Epicurean) (ایک مشہور فلاسفر کا نام ہی جس نے آسایش کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تلقین کی تھی) طریقے پر زندگی بسر کرتے ہین۔ یعنی ہر بات کی طرف جسمین اُنھین عیش و آرام معلوم ہوتا ہی راغب ہو جاتے ہین اور تکلیف دینے والی چیزون سے بچتے ہین وہ خونخوار جانور اور چوہون سے بچتے ہین اور جتنا بھی شہد اُنھین ملجاوے اُسکے کھانے کی جستجو مین رہتے ہین سلیمان لکھتا ہی کہ ایک زمانے مین میرا بھی یہی خیال تھا

کہ زندگی بسر کرنے کا اس سے بہتر دوسرا طریقہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں بھی یہی تلقین کرتا
تھا کہ زیر آفتاب کھانے پینے اور عیش سے رہنے کے برابر اور کوئی شے نہیں ہے
انسان کو اپنی عورت سے خوب محبت کرنی چاہیے۔ اور ہر کام کو جو وہ کرے
نہایت مشقت اور توجہ سے انجام دینا چاہیے۔ کیونکہ قبر میں نہ تو کوئی کام باقی
رہتا ہے اور نہ عقل۔ محنت نہ علم کا وجود باقی رہتا ہے۔ اس طریقے پر میرے رتبے
کے بہت سے آدمی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایسے انسانوں نے اس بات کو
فراموش کر دیا ہے کہ جو آرام و راحت ان کو حاصل ہے وہ قطعی اتفاقیہ ہے۔ سب
انسان سلیمان نہیں ہو سکتے اور اگر ایک آدمی کے پاس ہزار عورتیں ہوں
بھی تو ہزاروں انسان ایسے ہیں جن کو ایک عورت بھی نصیب نہیں ہے۔ ہر ایک
محل ہزاروں آدمیوں کے پسینے سے طیار ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ جو شخص آج
سلیمان ہے وہ کل اس قابل ہو جاوے کہ سلیمان کا غلام بنے۔ ان آدمیوں کی
دماغی ناقابلیت ان کی توجہ ان باتوں کی طرف نہیں جانے دیتی جن کی وجہ سے
بدھ (گوتم) کا اطمینان جاتا رہا تھا یعنی یہ کہ بیماری ضعیفی اور موت کی وجہ سے اگر آج
نہیں تو کل ان کے سارے عیش و عشرت فنا ہو جاویں گے۔ مگر میں اس
طریقے کے انسانوں سے اس بات میں علیحدہ ہوں کہ مثل ان کے میرا دماغ
گنٹھل نہیں ہے اور میں مصنوعی طریقے پر اپنے دماغ کے عمل کو نہیں روک سکتا۔
جب مجھے ایک مرتبہ خونخوار جانور اور چہرے نظر آ گئے تو میں اپنی آنکھوں پر
کس طرح پٹی باندھ سکتا ہوں۔

[illegible] شخص عمل کرتے ہیں جن کی [illegible] دماغی [illegible]
[illegible]
[illegible]

موت زندگی سے بہتر ہو تو فوراً - رسّی - پانی - چاقو یا ریلوے ٹرین کی مدد سے
اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتے ہین - میرے رتبے کے آدمیون مین اس قسم سے
خودکشی کرنے والون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور خودکشی کرنے والے عموماً جوان عمر
ہوتے ہین جن کی تمام طاقتین اپنی اصلی حالت پر ہوتی ہین مجھے بھی سب سے اچھا طریقہ
یہی معلوم ہوا اور مین اس کے مطابق عمل کرنے پر طیار ہو گیا -

طریقۂ چہارم کمزوری طبیعت پر مبنی ہے - اس طریقے پر رہنے والون کو زندگی
کی جملہ خرابیان معلوم ہوتی ہین مگر ان مین اتنی ہمت نہین ہوتی کہ وہ خودکشی کرین
چنانچہ وہ زندگی بسر کیے جاتے ہین اور اس امید موہوم پر رہتے ہین کہ شاید کچھ بہتری کی صورت نظر آوے
جب ہمکو زندگی کی تکالیف سے رہائی کا طریقہ معلوم ہے تو اسپر ہمکو فوراً عمل کرنا چاہیے - مگر مین خود
اس قسم کے آدمیون مین سے تھا - زندگی بسر کرنے کے صرف یہی چار طریقے ہین اور ان سے
علاوہ مجھے کوئی پانچوان طریقہ معلوم نہین ہے - مین ان لوگون مین سے نہین ہون کہ یہ
معلوم ہوتے ہوے بھی کہ زندگی مین بہت سی خرابیان ہین اپنی آنکھون پر پٹی باندھ لون نہ ان لوگون
مین سے ہون کہ تھوڑے سے ظاہری عیش و آرام سے نابینا ہو جاؤن - اور ضعیفی بیماری اور
موت سے بیخبر بنجاؤن - خودکشی مجھے سب سے اچھی معلوم ہوتی تھی مگر اتنی
جرأت نہ تھی کہ اپنی جان اپنے ہاتھون لون - چنانچہ یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ
زندگی ایک سخت بیہودہ مذاق ہے جو قدرت نے ذی روحون کے ساتھ کیا ہے - مین
نہاتا - لباس پہنتا - بولتا - چلتا - شراب پیتا اور کتابین لکھتا رہا -
مجھے اب معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی مین نے اس وجہ سے نہین کی کہ میرے
دل مین کبھی کبھی یہ شک پیدا ہوتا تھا کہ مسئلہ زندگی کے سمجھنے مین تھوڑی سی
غلطی رہ گئی ہے - میری عقل مجھ سے کہتی تھی کہ زندگی عبث ہے مگر مجھے خیالات ہی
زندگی کا باعث معلوم ہوئے - مین ایک عجیب پریشانی مین تھا کہ میرے

خیالات ہی مجھ سے یہ کہتے ہین کہ زندگی بے سود ہی اور میرے خیالات ہی میری زندگی کا باعث ثابت ہوئے - غرضیکہ مجھے اپنے سمجھنے مین کچھ غلطی معلوم ہوتی تھی اور یہ خیال ہوتا تھا کہ اگر زندگی اس درجہ بے سود ہوتی جیسی کہ مین نے سمجھ رکھی تھی تو مرنے سے زیادہ سہل کوئی شے دوسری نہ تھی اور زندہ رہنے والے شخصون سے بڑھکر کوئی بیوقوف نہ تھا - کیا شوپنہار اور مین ہی دو آدمی دنیا کے سب انسانون پر فضیلت رکھتے ہین اور زمانہ غلطی پر ہی؟

زندہ رہنے کی حماقت معلوم کرنا ایک سہل کام ہی اور سادہ سے سادہ آدمی اسکو جان سکتا ہی تاہم کرورون انسان زندہ رہے چلے جاتے ہین اور انھین زندگی مین کوئی خرابی نہین معلوم ہوتی -

مجھے تحصیل علوم سے و نیز دنیا کے بڑے بڑے عقلمند انسانون کی شہادت سے معلوم ہوا کہ دنیا مین ہر بات قدرت نے قاعدہ اور قرینے کے ساتھ بنائی ہی اور یہ میری حماقت ہی کہ مجھے ہر چیز بری معلوم ہوتی ہی - مگر دنیا مین بیشمار بیوقوف ایسے ہین کہ انھین کسی بات کے ہست و نیست کا پتہ نہین ہی اور انکو زندہ رہنے مین کوئی دقت نہین معلوم ہوتی -

تب مین نے خیال کیا کہ ممکن ہی کہ میرے سمجھنے مین کوئی راز نہ آیا ہو - عام قاعدہ ہی کہ انسان جب کسی شے سے واقف نہین ہوتا تو اوس کو خراب یا بیہودہ سمجھتا ہی سارے معاملے کا لب لباب یہ تھا کہ عام طور پر بنی نوع انسان دنیا مین اس طرح پر رہے چلے جاتے ہین کہ گویا جملہ دنیا کی باتون سے واقف ہین اور صرف مین ہی یہ کہتا ہون کہ زندگی ایک بےمعنی چیز ہی اور میری سمجھ مین نہین آتا کہ اسکو کس طرح نباہون ہمکو خودکشی کرنے سے کوئی نہین روک سکتا لہذا اگر زندگی ناپسند ہی تو خودکشی کر لینی چاہیے - اس فعل سے جملہ شکوک رفع ہو جاوینگے

اور پھر بحث اور تحریر یا تقریر کا کوئی موقع نہ رہے گا۔ مین ایک ایسی صحبت مین تھا جسمین
کہ سارے آدمی سوا میرے خوش تھے اور وہ اپنی حالت پر قانع تھے۔ مین
اُن کمزور بلکہ بیوقوف انسانون مین تھا جن کو خودکشی کی ضرورت محسوس
ہوتی ہے۔ مگر اپنی بزدلی کی وجہ سے وہ اپنی جان نہین لے سکتے۔ اس
قسم کے کودن لوگ اپنی بیوقوفی کو اپنے ساتھ لیے پھرتے ہین جس طرح پر کہ
ایک بیوقوف انسان اپنی ٹوپی پر اپنا نام لکھ دے۔

ہماری عقل نے ہمکو کبھی زندگی کی ضرورت کا اعتقاد نہ دلایا۔ لیکن
کرورون انسان جو زندہ رہتے ہین سب سمجھتے ہین کہ زندگی کے کچھ معنی ہین
اور زندہ رہنے کی ضرورت ہے۔ اس مین ذرا شک نہین ہے کہ ابتدا آفرینش
سے اب تک انسانون نے مسئلہ زندگی کی نسبت مختلف خیالات قائم
کیے ہین اور اسی طرح سے وہ ابتک رہتے چلے آتے ہین۔ مین اپنے
ہر چہار طرف جو کچھ بھی دیکھتا ہون وہ گذشتہ نسلون کے علم و تحقیقات کا نتیجہ ہے
میری دماغی طاقت جو مین نے زندگی کے مہمل ثابت کرنے مین خرچ
کی ہے وہ بھی میرے متقدمین کے خیالات و تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ میری
پیدائش و پرورش بھی اُنھین کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اُنھون نے ہی زمین
سے لوہا نکالا اور جنگلون کو کاٹنا سکھایا۔ اُنھون نے ہی گایون اور گھوڑون کو پالو
بنایا اُنھون نے ہی تخم ریزی سکھائی اور ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا قاعدہ بتایا۔
میری طاقت خیال اور قوت ناطقہ بھی اُنھین کی بخشی ہوئی ہے۔ اور مجھ طفل اور شاگرد نے
جو اُنھین کا پیدا کیا ہوا اور سکھایا ہوا ہون یہ ثابت کر دیا کہ میرے متقدمین کی زندگی بالکل
بیسود تھی اب مجھے خیال ہوا کہ ضرور میرے سمجھنے مین کہین غلطی ہے مگر مجھ مین اسقدر مادہ
نہ تھا کہ بالتحقیق یہ معلوم کر سکتا کہ ٹھیک کس جگہ غلطی واقع ہوئی ہے۔

باب (۸)

یہ تمام شکوک جنکو مین اب صاف الفاظ مین بیان کر سکتا ہون اُسوقت پورے طور پر بیان نہین کر سکتا تھا - مین محسوس کرتا تھا کہ باوجودیکہ مجھکو زندگی عبث ثابت ہو چکی ہی اور دنیا کے بڑے بڑے آدمیون کی شہادت بھی میرے پاس موجود ہی تاہم میری بحث مین کچھ غلطی ہی - مین یہ نہین جانتا تھا کہ آیا نتیجے مین غلطی ہی یا سوال ہی غلط ہی اور گو میرے دلائل مجھکو درست معلوم ہوتے تھے مگر طبیعت کبھی کبھی کہتی تھی کہ وہ ناکافی ہین - میرے دلائل نے کبھی اس درجہ مجھے مجبور کیا کہ مین خودکشی کر ڈالتا - اصلیت یہ ہی کہ دلائل کے علاوہ بھی کوئی شی میرے اندر تھی جو اپنا کام کر رہی تھی اور اسی طاقت نے میرے خیالات مین تبدیلی واقع کر دی - اس طاقت سے میرے دماغ مین یہ خیال پیدا ہو گیا کہ دنیا صرف مجھ سے یا میری قسم کے دیگر ہزار انسانون سے ہی نہین بنی ہی اور مین ابتک انسانی زندگی کے مسئلے سے ناواقف ہون -

جب مین اُس محدود طبقہ کے انسانون پر نظر ڈالتا تھا کہ جو میرے ہمرتبہ تھے تو مجھے یا تو اس قسم کے آدمی ملتے تھے جنھون نے زندگی کے مسئلہ کو بالکل نہ سمجھا تھا - یا وہ ملتے تھے جو زندگی کے عیش و عشرت مین شبانہ روز مصروف رہتے تھے - یا وہ ملتے تھے جنھون نے خودکشی کر لی تھی یا وہ ملتے تھے جو اپنی کمزوری کی وجہ سے خودکشی نہ کر سکتے تھے اور کسی طریقے پر ایام گذاری کرتے تھے - ان کے علاوہ مین نے دیگر انسانون کا تجربہ نہین کیا - ایک زمانہ تھا جب مین خیال کرتا تھا کہ علاوہ تعلیم یافتہ مالدار اور کاہل وجود انسانون کے دنیا مین کسی دیگر اقسام کے ذی روح سواے حیوانون کے نہین رہتے -

گو یہ بات اب کتنی ہی تعجب خیز ناممکن اور بیہودہ کیون نہ معلوم ہو مگر ایک زمانہ تھا جب مین یہ خیال کرتا تھا کہ سلیمان ۔ شوپنہار ۔ اور میری زندگی ہی صرف قابل قدر ہی اور دیگر انسانون کی زندگی سے مجھے کوئی تعلق نہ تھا ۔ مجھے اپنی علمی لیاقت اور دماغی طاقت پر اتنا ناز تھا کہ میری سمجھ مین نہ آتا تھا کہ سواے سلیمان شوپنہار اور میرے دیگر اقسام کے انسانون نے بھی مسئلہ زندگی کبھی اپنے لیے حل کیا ہوگا ۔ میری توجہ کبھی اُن بے شمار اشخاص کی جانب مبذول نہین ہوئی کہ جو دنیا مین ہمیشہ سے رہتے چلے آئے ہین یا اب رہ رہے ہین ۔

مین ایک عرصہ دراز تک ایسی غلطی پر رہا جو میرے طبقہ یا لیاقت کے انسان اکثر کیا کرتے ہین ۔ مگر شکر ہی کہ محنتی لوگون سے جو مجھے دلی اُنس تھا اس وجہ سے یا اس وجہ سے کہ سواے خودکشی کے میرے خیالات کسی دوسری طرف نہین جاتے تھے مجھے خیال پیدا ہوا کہ محنت کرنے والون کو جو مین نے بیوقوف سمجھ رکھا ہی یہ غلطی ہی اور یہ کہ اگر مجھکو مسئلہ زندگی حل کرنا ہی تو مجھے اُن لوگون کے حالات پر توجہ نہین دینا چاہیے جو خودکشی پر آمادہ رہتے ہین بلکہ اُن لوگون پر جنھون نے اپنی زندگی کو قابل زیست بنا رکھا ہی اور ہماری زندگی کا بھی بوجھ اٹھا رکھا ہی ۔ پس ان بے شمار مردہ اور زندہ انسانون کی سادہ اور رغبت کی زندگی پر مین غور کرنے لگا اور مجھے اپنی غلطی معلوم ہوئی کیونکہ مین نے اس قسم کے انسانون کو بالکل فراموش کر رکھا تھا ۔ انسانی زندگی کی جو مین نے چار تعریفین کر رکھی تھین اُن مین سے کسی ایک کے نیچے بھی یہ محنتی لوگ شمار نہین کیے جا سکتے تھے ۔ یہ لوگ نہ تو اُن مین سے تھے جو زندگی کے مسئلہ کو نہین سمجھتے کیونکہ اُن کے پاس زندگی کے سوال کا کافی جواب موجود تھا نہ اُنھین لوگون مین سے تھے جنھین سواے عیش و عشرت کے اور کوئی چیز اچھی نہین لگتی کیونکہ اُنکی زندگی مصائب سے

خالی نہ تھی ۔ نہ یہ اُنھین لوگون مین سے تھے جو اپنی طبیعت کے خلاف زندہ رہتے چلے جاتے ہین کیونکہ اپنی زندگی کے ہر فعل کا حتٰے کہ موت تک کا بھی مطلب اُنھون نے سمجھ رکھا تھا ۔ اور خودکشی کو تو یہ لوگ ایک گناہ کبیرہ سمجھتے تھے ایسا معلوم ہوا کہ ان انسانون نے جو زندگی کے معنی سمجھ رکھے تھے اُسکو مین نے کم توجہی بلکہ حقارت کی نگاہ سے دیکھا ۔

اصلیت یہ معلوم ہوئی کہ محض عقل و فہم مسئلہ زندگی کے حل کرنے مین قاصر ہین اور جو آدمی بلا کسی دلیل کے محنت کی زندگی بسر کیے جاتے ہین وہ مسئلۂ زلیست کو سمجھے ہوے ہین ۔

اب ایمان کا سوال پیدا ہوتا ہے ۔ یہ لوگ خدا اور خدا ئیت ثلاثہ بہشت روزہ پیدایش دنیا ملک و بہائم کے قائل تھے ۔ یعنی وہ جملہ باتین جنکو میری عقل تسلیم نہین کر سکتی مانتے تھے اب میری حالت اور بھی ناگفتہ بہ ہوگئی ۔ دلائل اور عقل کے زور سے تو مجھے یہ ثابت ہوا کہ زندگی عبث ہے اور ان لوگون کے عقائد اور ایمان سے یہ ظاہر ہوا کہ مسئلہ زندگی حل کرنے مین عقل کو بہت ہی کم دخل ہے لہذا اپنی زندگی کو قابل زلیست بنانے کے لیے مجھے اپنی رہنما یعنی عقل کو بالاے طاق رکھ دینا چاہیے ۔

باب (۹)

میں ایک عجیب مخمصہ میں گرفتار ہو گیا اور مجھے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ جس بات کو میں نے قطعی درست سمجھ رکھا تھا وہ پوری طرح صحیح نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ جس بات کو میں نے بالکل غلط سمجھ رکھا تھا اس میں بھی کچھ سچائی ضرور تھی۔ چنانچہ میں اس عمل پر جس کے ذریعہ سے میں اس نتیجہ پر پہونچا تھا غور کرنے لگا۔ مجھکو عمل بالکل درست معلوم ہوا۔ یہ نتیجہ کہ زندگی [illegible] ہے اظہر من الشمس تھا مگر مجھے اس میں ایک غلطی معلوم ہوئی۔ اور غلطی یہ تھی کہ میں نے اپنے خیالات کو سوال تک ہی محدود نہ رکھا۔ سوال یہ تھا کہ "مجھکو کیوں زندہ رہنا چاہیے"؟ میری فانی زندگی میں غیر فانی کوئی شے ہے یا نہیں"؟ میری محدود زندگی لامحدود عالم میں کیا مطلب رکھتی ہے" اور میں نے اس سوال کا جواب تجربات زندگی سے دینا چاہا۔

یہ ظاہر ہوا کہ مسئلہ زندگی کے متعلق کسی سوال کے جواب سے بھی میری تسکین نہیں ہو سکتی اور نیز یہ مسائل زندگی ایسے ہیں کہ جن کے سمجھنے کیلیے کل دنیا کے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنے دل سے سوال کیا کہ وقت سبب۔ اور جگہ کے علاوہ میری زندگی کا کیا مطلب ہے اور بڑے غور اور محنت کے بعد یہ جواب ملا کہ "کچھ نہیں"

اپنے جملہ دلائل اور زور فہم کے بعد مجھے یہی ثابت ہوا کہ محدود محدود ہے۔ لامحدود لامحدود ہے۔ طاقت طاقت ہے۔ "مساوی" "مساوی" کے ہے اور "صفر" مساوی "صفر" کے یعنی وہی کیفیت ہوئی جو علم ہندسہ میں ہوتی ہے یعنی کہ مساوات چیزیں مساوی ثابت ہو جاتی ہیں۔

ڈیس کارٹیز (Descartes) [ایک مشہور فلاسفر کا نام تھا] کے مطابق
تحقیقات کرنے سے قبل ہمکو کوئی قیاس نہین باندھ لینا چاہیے - بلکہ ہر تحقیقات
مین تجربہ اور عقل سے کام لینا چاہیے - چنانچہ اسی فلاسفر کے مطابق مسئلہ زندگی
کے سوال کا جواب مکمل نہین مل سکتا -

پہلے میرا خیال تھا کہ سائنس سے مکمل جواب مل سکتا ہے جیسا کہ شوپنہار نے
دیا ہے یعنی یہ کہ زندگی ایک بے معنی اور فضول چیز ہے - مگر جب مین نے اُس
جواب پر غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ناکافی ہے اور محض میری طبیعت کے رجحان
پر مبنی ہے - برہمنون، سلیمان اور شوپنہار کا ایک ہی جواب ہے - علم فلسفہ کسی شے
کی تردید نہین کرتا بلکہ اُسکا یہی جواب ہے کہ مسئلہ زندگی مکمل طور پر حل نہین ہوسکتا
جبکہ مین اس نتیجے پر پہونچ گیا تو میری سمجھ مین آیا کہ مسئلہ زندگی سائنس کے ذریعہ
سے حل نہین ہو سکتا - جب تک کہ سوال مین کچھ تبدیلی نہ کیجاوے یعنی سوال مین
محدود اور لامحدود کے تعلقات کو شامل نہ کیا جاوے - میری سمجھ مین یہ بھی آگیا
کہ ایمان یا اعتقاد کے جواب کتنے ہی لغو کیون نہون اُن سے محدود اور لامحدود
مین ایک قسم کا رشتہ قائم ہوتا ہے -

اس سوال کو کہ "مجھکو کس طرح رہنا چاہیے" مین کسی شکل مین کیون نہ کرون
مگر ایک ہی جواب ملتا ہے کہ "خدا کے قانون کے مطابق" "کیا میری زندگی کا
کچھ نتیجہ ہوگا" جواب ملتا ہے کہ "دائمی راحت یا دائمی تکلیف" "کیا زندگی مین
کوئی ایسی شے ہے جو موت سے فنا ہوگی" جواب ملتا ہے "وصل خدا یا بہشت"
اس طرح پر مین اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوا کہ انسانی زندگی مین سوائے
عقل کے عقیدے یا ایمان کو بھی دخل ہے اور اس عقیدے کی وجہ سے ہی
زندگی قابل زیست بن سکتی ہے - عقائد اور ایمان کی بیوقوفیان میرے لیے

برابر قائم رہین مگر مجبوراً کہنا پڑتا ہی کہ بلا عقیدہ زندگی بے سود اور ناکارہ ہی۔

جب سائنس کے دلائل سے مجھے یہ ثابت ہوا کہ زندگی ایک فضول چیز ہی اور مجھکو خودکشی کرلینی چاہیے تو اُسوقت بھی مجھ مین زندگی موجود تھی۔ جب مین نے اپنے گرد دیگر انسانون کو زندہ رہتے دیکھا اور مجھے ظاہر ہوا کہ وہ زندگی کے مسئلہ کو سمجھے ہوئے ہین تب مجھے یقین آیا کہ عقیدے سے ہی زندگی ممکن ہی۔

مین نے زندگی کا تجربہ صرف اپنے ہی ملک مین نہ کیا بلکہ دیگر ممالک مین بھی۔ نیز موجودہ زمانے کے لوگون کا گذشتہ زمانے کے انسانون سے مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ ابتداے آفرینش سے ابتک جہان زندگی ہی وہان ایمان (عقیدہ) بھی اُسی کے ساتھ چلا آیا ہی اور انسانی عقائد ہر ملک مین ایک دوسرے سے کم وبیش ملتے جلتے ہین۔

مختلف عقائد سے کسی شخص کو کچھ ہی جواب کیون نہ ملین مگر ہر جواب محدود زندگی کو لامحدود کا جامہ پہناتا ہی اور تکلیف مفلسی اور موت پر زندگی کی فتح کا ڈنکا بجاتا ہی لہذا اعتقاد مین ہی زیست کی بیخ ہی۔ یہ اعتقاد کیا شی ہی؟ اعتقاد کے معنی محض بلا دیکھے ہوئے کسی شی کے ماننے کے نہین ہین نہ محض دوانکشاف الٰہی کے نوٹ سے ہم اسکو ظاہر کرسکتے ہین اور نہ ہر شی کو خاموشی کے ساتھ قبول کرنے کا نام ہی اعتقاد ہی۔ بلکہ مسئلہ زندگی کے سمجھنے کا جس کی وجہ سے انسان خودکشی نہین کرتا بلکہ زندہ رہتا ہی۔ اعتقاد زندگی کی روح روان ہی اگر انسان زندہ ہی تو وہ ضرور کسی چیز مین باور کرتا ہی اگر اُسے کسی چیز مین بھی باور نہوتا تو وہ زندہ نہ رہتا۔ اگر اُسے محدودیت مین کوئی کمی محسوس نہین ہوتی۔ تو وہ محدودیت مین یقین کرتا ہی۔ اگر محدودیت مین کمی محسوس ہوتی ہی۔ تو وہ لامحدود پر ایمان لاتا ہی۔ غرضیکہ بلا ایمان لائے زندگی غیر ممکن ہی

اب مین نے اپنے دماغ و عقل کی گذشتہ حالتون پر نظر ڈالی اور مجھے بڑا خوف معلوم ہوا۔ مجھے صاف ظاہر ہوگیا کہ زندہ رہنے کے لیے یا تو لامحدود کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہی نہین یا لامحدود اور محدود کا باہمی رشتہ سمجھ لینا چاہیے۔ شروع مین میرا عقیدہ محدودیت مین تھا اور اس وجہ سے میرے پہلے تجربات غلط ثابت ہوئے۔ مگر ایک زمانہ وہ آیا جب محدودیت مین میرا عقیدہ نہ رہا اور جب مین نے لامحدود پر غور کیا تو مجھے وہی ثابت ہوا جو دنیا کے بڑے بڑے عقلمندون کو ثابت ہوا تھا یعنی ”صفر“ = ”صفر“

جب مین نے اپنے سوال کا جواب سائنس سے طلب کیا تھا تو یہ غلطی ہوئی تھی کہ علاوہ خود کے مین نے دنیا کی جملہ بیرونی چیزون پر نظر ڈالی تھی۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا یعنی یہ کہ گو بہت سی غیر متعلق باتین مجھے معلوم ہوگئین مگر اصل سوال کا جواب نہ ملا۔

جب مین نے اپنے سوال کا جواب فلسفہ سے طلب کیا تب اپنی قسم کے اکثر لوگون کے خیالات معلوم کیے مگر میری طرح ان لوگون کے پاس بھی اس سوال کا کہ ”زندگی کیا شے ہے“، کوئی جواب نہ تھا۔ لہذا میری معلومات مین ذرہ بھر بھی اضافہ نہوا اور یہی نتیجہ ٹھہرا کہ اس سوال کا جواب نہین ملسکتا ”مین کیا ہون“، ”ایک لاانتہا کل کا جزو“ ان چند الفاظ مین سارا مسئلہ طے ہوا جاتا ہے۔

کیا یہ بات تھی کہ انسان اب ہی ایسا سوال کرنے لگا؟ کیا یہ ممکن تھا کہ مجھ سے قبل کسی دوسرے شخص نے ایسا صریح سوال کہ جو ایک سمجھدار بچہ بھی کرسکتا ہے نہ کیا ہو؟

جب سے دنیا قائم ہے یہ سوال بھی ضرور موجود ہے اور یہ بھی پورے طور پر

تحقیق ہوچکا ہو کہ اس سوال کا کلی جواب کوئی نہین ہو خواہ محدود کا مقابلہ محدود سے کیا جاوے یا لامحدود کا لامحدود سے یا محدود کا لامحدود سے۔

"لامحدود" "محدود" "زندگی" "خدا" "آزادی ونیکی" کے جملہ خیالات کو جب ہم منطق کی روشنی مین دیکھتے ہین تو ہماری عقل ثبوت دینے مین قاصر رہتی ہو۔

یہ نہایت ہی عبرتناک معاملہ ہو ورنہ ہم بھی بچون کی طرح اپنی گھڑیون کی کمانیان نکال کر ان کے کھلونے بنا لیتے اور تعجب کرتے کہ وہ اب وقت کیون نہین بتاتین۔

محدود اور لامحدود کے تفرقات کا فیصلہ جس سے ظاہر ہو کہ زندگی کیا شی ہو؟ ہم کو درکار ہی نہین ہو بلکہ نہایت عزیز ہو۔ اس کا صرف ایک ہی جواب ہو جو ہر وقت اور ہر زمانے مین ہر قوم کے آدمیون مین مل سکتا ہو اور جو بلا تبدیلی اب تک بدستور چلا آتا ہو اور جسکا جواب ہم تنہا نہین دے سکتے۔ ہم اس جواب کو بیوقوفی سے اپنے ہاتھ سے کھو دیتے ہین اور وہی سوال کر بیٹھتے ہین جسکا جواب کوئی نہین دے سکتا۔

خدا کی لامحدودیت۔ روح کی پاکیزگی۔ خالق ومخلوق کے تعلقات۔ نیکی وبدی کی تمیز یہ ایسی باتین ہین جو بنی نوع انسان کی بے شمار نسلون نے پایۂ تصدیق کو مہونچا دی ہین۔ بلا ان خیالات کے زندگی اور میرا وجود بھی ناممکن ہو تاہم مین نے انسانی نسلون کی تحقیقات کی جانب توجہ نہ دی اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانے پر کمربستہ ہوگیا!

اسوقت میرے خیالات ایسے نہ تھے مگر جن خیالات سے مجھے تسکین مہونچی ہو اُن کے چھوٹے چھوٹے کیڑے (Germs) میرے اندر موجود تھے

مین سمجھتا ہون کہ شوپنہار، سلیمان اور مین نے جو بحث اُٹھائی تھی غلط تھی کیونکہ اگر زندگانی بیکار تھی تو ہم کو فوراً مرجانا چاہیے تھا۔ مین سمجھتا ہون کہ ہمارے جملہ دلائل ایک دایرے کے اندر گردش کرتے تھے اور ہم سواے اس کے کہ صفر=صفر کے ہی اور کچھ ثابت نہین کر سکتے تھے۔ مین سمجھتا ہون کہ جو جواب عقیدے سے ملتا ہی وہی جواب درست ہی۔ اُسی مین سب سے زیادہ عقلمندی ہی میرے پاس اُسکی تردید کرنے کے کوئی معقول وجوہ نہین ہین۔ اور اُسی سے مسئلہ زندگی حل ہوتا ہی۔

باب (۱۰)

جو کچھ مین اوپر بیان کر چکا ہون وہ مین سب سمجھتا تھا مگر میرا دل ابھی تک ہلکا نہوا - مین ہر مذہب کی تلقین کو کہ جس نے عقل کو سلب نہ کر دیا ہو ماننے کے لیے طیار تھا کیونکہ بالکل عقل کے خلاف عمل کرنا بھی مناسب نہ تھا -
مین نے بدھون - مسلمانون اور خاصکر عیسائیون کی کتب کا مطالعہ کیا اور ان مذاہب کے حامیان کی زندگی بھی بغور دیکھی -

قدرتاً میری توجہ سب سے پہلے مذہب عیسوی کے پیروان کیجانب گئی یعنی بڑے بڑے حکمار - علمار - پادری اور نوعیسائیان (new christians) کی جانب جو نجات کا ذریعہ حضرت عیسی پر ایمان لانا بتلاتے ہین - خاص طور پر مین نے موخر الذکر کا تعاقب کیا - اور ان سے اُنکے عقائد کے متعلق سوالات کیے - باوجودیکہ مین نے اُن کے ساتھ ہر طرح کی مراعات کی اور ہر قسم کے جھگڑے سے گریز کیا مگر اُن لوگون کا عقیدہ میری سمجھ مین نہ آیا مین نے دیکھا کہ جس بات کو اُنھون نے اپنا مذہب قرار دے رکھا تھا اُس سے مسئلۂ زندگی مین اور بھی اُلجھن پیدا ہوتی ہے اور یہ کہ اُنھون نے اپنا مذہب مسئلۂ زندگی حل کرنے کے لیے نہین قائم کیا تھا بلکہ کسی اور غرض کے لیے جس سے مین بے بہرہ تھا -

مجھے یاد ہے کہ اِن لوگون کی ملاقات نے جو مجھ مین امیدین قائم کر دی تھین اُن کے ایفا نہونے سے مجھکو کیسی سخت مایوسی ہوئی تھی -
جتنی زیادہ باریکی کے ساتھ ان لوگون نے مجھے اپنے عقائد تبلائے اُتنا ہی میرا خیال پختہ ہو گیا کہ اُن کے عقائد سے مسئلہ زندگی حل نہین ہو سکتا

مجھے اُن لوگون سے اسوجہ سے نفرت نہوئی کہ اُنھون نے مذہب عیسوی کی سچائی مین جو مجھکو نہایت عزیز تھی بہت سی فضول باتین آمیز کر رکھی تھین۔ بلکہ اسوجہ سے کہ اُن کے ظاہری عقاید اور اُن کے طرز عمل مین بہت بڑا فرق تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اِن لوگون نے اپنے آپ کو دھوکا دے رکھا تھا اور یہ کہ اُن کا اور میرا ایک ہی مدعا تھا یعنی دنیا مین جو کچھ حاصل ہوسکے اُسکو قبضہ مین کرنا چاہیے۔ اگر وہ مسئلہ زندگی حل کر چکے ہوتے تو میری طرح اُن کو تکلیف۔ غربت اور موت سے خوف نہ معلوم ہوتا۔ لیکن میری طرح وہ اِن مصائب سے محض خوف ہی نہین کھاتے تھے بلکہ آسایش زندگی فراہم کرنے پر تُلے ہوئے تھے اور میری و نیز دیگر کافرون کی طرح نفس امارہ کی تسکین کرتے تھے۔

کسی دلیل سے بھی مجھے اُن اشخاص کے عقائد کی سچائی مین یقین نہین ہوسکتا تھا میری تسکین محض اُن افعال سے ہی ہوسکتی تھی کہ جن سے غربت۔ مرض یا موت کی لاپرواہی ظاہر ہوتی۔ اور ایسے افعال مین نے اُن مین نہ پائے البتہ اِس قسم کے افعال اپنے فرقے کے کافرون مین تو دیکھنے مین آئے مگر یادیان دین مین ہرگز نہین۔

تب میرے خیال مین آیا کہ مین جن عقائد کی جستجو مین ہون وہ یہ عقائد نہین ہین بلکہ اِن لوگون کے ظاہری عقائد کو مذہب کا نام دینا ہی کفر ہے کیونکہ وہ تو آرام زندگی کے درپے ہورہے ہین۔ مین سمجھتا تھا کہ اِن لوگون کے عقائد سے اگر انسانون کی پوری تسکین نہوگی تو کم سے کم سلیمان کے اُن افسوسناک الفاظ کا کہ جو وقت نزع اُسنے ادا کیے تھے ضرور جواب ملے گا۔ لیکن یہ بھی ممکن نہ تھا۔ ایسے لوگون کو تسکین دینے کا تو ذکر ہی کیا تھا کہ جو دوسرون کی زندگی سے آرام حاصل

کرنا نہین چاہتے - بلکہ خود قوت بازو سے کام لینا چاہتے ہین - انسانی زندگی
کے لیے اور مسئلہ زیست حل کرنے کے لیے اِن کرورون انسانون کو دیگر قسم کے
سچّے عقائد کی ضرورت ہے یہی وجہ تھی کہ مین نے سلیمان نے اور شوپنہار نے خودکشی
نہ کی کیونکہ ہمارے دلون مین کوئی طاقت کہہ رہی تھی کہ ایمان کوئی شئے ضرور ہے -
ورنہ دنیا ابتک کس طرح زندہ رہتی اور اپنی روانی کے ساتھ مجھکو اور سلیمان
کو کس طرح لے چلتی -

مین نے اب غریبون - سادہ انسانون - جاہل لوگون - کاشتکارون
جاتریون اور فقیرون کی صحبت اختیار کی - اِن لوگون کے عقائد بھی مثل
ہادیان دین کے ظاہری عقائد کے عیسوی تھے - اِن لوگون کے عقائد
مین بھی سچائی اور جھوٹ دونون مخلوط تھے مگر فرق یہ تھا کہ ہادیان مذہب کے
ظاہری مذہب اور افعال مین اختلاف تھا اور اِن لوگون کے عقائد اور افعال مین کچھ
اختلاف نہ تھا - بلکہ مؤخر الذکر کی زندگی مین جھوٹ سچائی کے ساتھ اِس طرح
وابستہ تھا کہ اُسکا علیحدہ ہونا محال تھا - صاحبان دین کی زندگی و مذہب
ضدین تھے برعکس اس کے غربا کے عقائد اور طرز معاشرت مین سرمو فرق
نہ تھا -

اِس طرح پر مین اِن لوگون کے عقائد و طرز معاشرت سے واقف ہوگیا
اور جون جون میری وقفیت بڑھتی جاتی تھی دون دون مجھکو یقین ہوتا جاتا
تھا کہ واقعی اِن لوگون کے عقائد درست ہین - اور اُنھون نے مسئلہ زندگی کو
حل کرلیا ہے - میرے طبقہ کے آدمیون مین شائد ہزار مین ایک انسان مشکل
سے ایسا ہوگا جو لامذہب نہو - برعکس اسکے غریب اور محنتی لوگون مین ہزارون
مین ایک بھی کافر نہ ملےگا - اپنے طبقہ کے انسانون مین مین نے کاہل الوجودی -

عیش و عشرت اور بے اطمینانی پائی۔ برعکس اسکے ان لوگون کو مین نے جفاکشی اور قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرتے دیکھا۔ اپنے طبقہ کے انسانون مین مین نے لوگون کو تکلیف اور مصائب کی وجہ سے شاکی دیکھا مگر برعکس اسکے ان لوگون مین بیماری اور غم کو اس عقیدے مین جھیلتے دیکھا کہ جو کچھ ہو رہا ہی ہماری بہتری کے لیے ہی۔ میرے طبقہ کے انسانون کا خیال ہی کہ بلا حصول علم مسئلہ زندگی حل نہین ہو سکتا برعکس اس کے مین نے ان لوگون کو خندہ پیشانی سے زندہ رہتے۔ مصیبت اُٹھاتے اور مرتے دیکھا۔ میرے طبقہ کے انسانون مین بلا خطرہ۔ گھبراہٹ و مایوسی کے جان دینا عنقا ہی برعکس اسکے ان لوگون مین بے چینی اور سراسیگی کی موت مستثنیات سے ہی گو ان لوگون کی ثروت سلیمان کی سی یا ہماری سی نہین ہی تاہم کمی و بیشی دولت کی وجہ سے وہ کبھی پریشان نہین رہتے۔ مین نے نہایت غور سے دیکھا اور مختلف ممالک کے محنتی باشندگان پر نظر تعمق ڈالی تو مجھے ثابت ہوا کہ دو تین یا دس بیس نے نہین بلکہ ان ہزارون و کرورون انسانون نے مسئلہ زندگی اس خوبی سے سمجھا ہی کہ اُنھین زندگی و موت محسوس تک نہین ہوتی۔ یہ جملہ آدمی باوجودیکہ اُن کی دماغی طاقتون۔ طریقون و طرز تعلیم مین بہت فرق ہی مسئلہ زندگی سے اس خوبی کے ساتھ آشنا ہین کہ زندگی۔ موت یا مصیبت کو وہ فضول چیز نہین سمجھتے بلکہ مبارک خیال کرتے ہین۔

ان لوگون سے مجھے محبت پیدا ہو گئی اور مجھے ان کی زندگی سے جس قدر زیادہ واقفیت بڑھتی گئی خواہ ذاتی تجربہ یا کتب بینی کے ذریعہ سے اُتنا ہی مین اُن مین گرویدہ ہوتا گیا۔ مین نے اس طریقے پر دو سال تک زندگی بسر کی۔ اور اُسکے بعد ایک ایسا انقلاب واقع ہوا جو عرصہ سے میرے اندر اپنی جگہ کر رہا تھا یعنے مالدار اور تعلیم یافتہ لوگون کی زندگی سے مجھے نفرت پیدا ہو گئی اپنے جملہ حرکات

دلائل - سائنس وفنون مجھے دوسرے طریق پر نظر آنے لگے یعنی بازیچۂ اطفال معلوم ہونے لگے اور مجھے یہ ذہن نشین ہوگیا کہ اُن سے مسئلہ زندگی حل نہین ہوسکتا - جفاکش لوگون کی زندگی کی بلکہ تمام انسانون کی زندگی کی اور خاصکر اُن لوگون کی زندگی کی جو سامان زندگی مہیا کرتے ہین مجھے اصلیت معلوم ہوگئی - مین سمجھ گیا کہ یہی اصلی زندگی ہی اور اُسکا جو کچھ حشر ہوگا وہ بھی درست ہی - لہذا مین نے اسی زندگی کو قبول کیا -

باب (۱۱)

جب مجھے خیال آیا کہ انھین عقائد سے پہلے مجھے نفرت تھی اور اب انھین عقائد سے مجھے محبت ہوئی تو مین نے اس کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش کی غور کے بعد معلوم ہوا کہ جن لوگون کی وجہ سے اُن عقائد سے نفرت ہوئی تھی اُنلوگون کے کہنے اور کرنے مین بہت اختلاف تھا - برعکس اس کے جن لوگون کی وجہ سے اُن عقائد سے محبت پیدا ہوئی اُن کی زبان وطرز عمل مین کوئی فرق نہ تھا۔ میری سمجھ مین آگیا کہ مجھ سے جو غلطیان ہوئین وہ اُس درجہ غلط فہمی کی وجہ سے نہین ہوئین جس درجہ خراب زندگی بسر کرنے کی وجہ سے - میری سمجھ مین آگیا کہ سچائی مجھ سے محض اسوجہ سے پوشیدہ نرہی کہ مین نے اپنے دلائل مین غلطی کی تھی بلکہ اسوجہ سے بھی کہ مین نے عیش وعشرت کی زندگی اختیار کی تھی - میری سمجھ مین آگیا کہ میری زندگی کے متعلق میرا سوال اور اسکا جواب کہ زندگی ایک خراب شی ہی میرے حسب حال تھا غلطی صرف اس قدر ہوئی کہ جس جواب کا محض میری ذات سے تعلق تھا اُسکو مین نے عوام الناس پر عاید کرنا چاہا - مین نے سوال کیا تھا کہ "میری زندگی کس قسم کی ہی؟ اور اُسکا صحیح جواب یہی تھا کہ "خراب اور بے معنی"

میری سمجھ مین وہ سچائی آگئی جو بعد کو مین نے انجیل مین دیکھی یعنی یہ کہ "وہ انسان تاریکی کو روشنی پر ترجیح دیتے مین کیونکہ اُن کے افعال خراب ہین ہر بدکار آدمی روشنی سے نفرت کرتا ہی تاکہ اُس کے بُرے افعال ظاہر نہو جاوین"

میری سمجھ مین آگیا کہ مسئلہ زندگی حل کرنے سے قبل اِس بات کی ضرورت ہی کہ زندگی کو بہتر بنایا جاوے - اب میری سمجھ مین آگیا کہ سچائی سے اِس قدر نزدیک ہوتے ہوے بھی وہ سچائی میرے ذہن مین کس وجہ سے نہ آئی اور نیز یہ کہ جب ہم

عوام الناس کا ذکر کرین تو ہمکو ساری مخلوق پر نظر ڈالنی چاہیے نہ کہ کسی ایسے فرقے یا طبقے کے لوگون پر جو دوسرون کے سہارے زندگی بسر کرتے ہین۔

اِس اصلیت مین اتنی ہی سچائی تھی جتنی کہ (۲×۲=۴) مین۔ مگر مین نے اُسکو اِس وجہ سے قبول نہین کیا تھا کہ اُسی کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا کہ مین عیب سے پُر ہون۔ میرے لیے اُس وقت یہ زیادہ ضروری تھا کہ اپنے آپ کو عیوب سے مبرا ثابت کر دون بجاے اِسکے کہ (۲×۲=۴) کے مخمصہ مین پڑون۔ مین نیک آدمیون سے محبت کرنے لگا۔ خود سے نفرت کرنے لگا اور مین نے آخر اِس سچائی کو تسلیم کر لیا۔ اب میری سمجھ مین ہر بات آگئی اگر ایک جلاد جسنے عمر بھر انسانون کی گردنین کاٹنے کا کام انجام دیا ہو یا ایک شرابی جس نے دنیا مین سواے شراب خواری اور کسی کام کی جانب زیادہ توجہ نہ دی ہو دریافت کرے کہ "زندگی کیا شے ہے"؟ تو اُس کو صرف وہی جواب مل سکتا ہے جو کہ ایک پاگل جس نے کہ اپنے آپ کو ایک کمرہ تاریک مین بند کر رکھا ہو اور اُس مکان سے باہر نکلنے مین اپنی موت تصور کر لی ہو دیسکتا ہو یعنے یہ کہ "زندگی ایک نہایت درجہ خراب شے ہے"۔

یہ جواب اُس شخص کے لیے کہ جس نے دیا ہے بالکل صحیح ہے۔ اور میری حالت بھی پاگلون کی حالت سے بہتر نہ تھی۔ کیا جتنے مالدار۔ چالاک اور کاہل الوجود آدمی تھے وہ میری طرح پاگل تھے؟ مین سمجھتا ہون کہ غالباً تھے۔ کم سے کم مین ضرور تھا۔ پرندون پر نظر ڈالیے تو وہ اُڑنے کے لیے۔ دانہ چگنے کے لیے اور اپنے گھونسلے بنانے کے لیے زندہ رہتے ہین اور اُنکو دیکھکر ہم خوش ہوتے ہین۔ بکری۔ خرگوش۔ بھیڑیا بچے پیدا کرنے اور اُنکی پرورش کرنے کے لیے زندہ رہتے ہین۔ اور جب مین اُن کو دیکھتا ہون تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور

مین سمجھتا ہون کہ اُنکی زندگی کار آمد ہی۔ پس آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟ اس کو بھی جانورون کی طرح اپنی روزی کا سامان فراہم کرنا چاہیے۔ مگر اس فرق کے ساتھ کہ اگر وہ تنہائی یا تنہا خوری پر کمر بستہ ہوگا تو فنا ہو جائیگا لہذا اُس کو محض اپنے ہی لیے محنت نہ کرنی چاہیے بلکہ سب کے لیے۔ اور جب انسان ایسا کرتا ہی تو مجھے پورا یقین ہی کہ وہ خوش ہوتا ہی اور اُسکی زندگی قابل زیست ہی۔ مین نے اپنی تیس سالہ ہوش کی زندگی مین کیا کیا؟ مین نے نہ تو کچھ اورون کے لیے کیا اور نہ اپنے لیے۔ مین نے اُس کیڑے کی طرح زندگی بسر کی جو دوسرے کیڑون کو کھا کر رہتا ہی لہذا مسئلہ زندگی سے بے بہرہ رہا۔ اگر انسان کی زندگی کے یہ معنی ہین کہ وہ خود اپنے لیے سامان زیست مہیا کرے تو میری یہ تیس سالہ زندگی جس مین مین نے اپنی اور دوسرون کی زندگی برباد کرنے کی کوشش کی کس طرح اچھی کہی جا سکتی تھی؟ وہ ضرور خراب اور بے معنی تھی۔

دنیا کی زندگی کسی کی خواہش کے مطابق چل رہی ہی کسی نے ہماری اور دنیا کی زندگی چلانا اپنا فرض منصبی سمجھ رکھا ہی۔ اگر ہم اس طاقت یا خواہش کو سمجھنے کی امید رکھتے ہین تو ہم کو اول اُس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ جب تک مجھے جو احکام دیے گئے ہین مین اُن کے مطابق عمل نہ کرون تب تک میری سمجھ مین نہین آسکتا کہ وہ طاقت یا خواہش کیا ہی اس کے اور تمام دنیا کے تعلقات کے سمجھنے کا تو ذکر ہی کیا ہی! اگر کسی بھوکے اور برہنہ بھکاری کو ہم سڑک کے کنارے پر سے پکڑ کر کسی بند مکان مین لیجا دین جہان بہت سے آدمی کام کر رہے ہین تاکہ اُسکی (بھکاری کی) خورش اور پوشش کا بھی معقول انتظام ہو جاوے اور اگر اُس سے کہا جاوے کہ وہ ایک مشین (کل) کے ہتھے کو نیچے اوپر ہلاتا رہے تو اُسکا فرض ہی کہ بلا سبب دریافت کیے ہوئے اول وہ حکم کی تعمیل کرے۔

اگر وہ حکم کی تعمیل کرے گا تو اُسے کچھ دیر بعد خود ہی معلوم ہو جاوے گا کہ کل کے ذریعے سے کنوین مین سے پانی نکلتا ہی اور پانی کے ذریعے سے زمین تر کی جاتی ہی تب اُسکو کنوین سے ہٹا کر کسی دوسرے کام مین لگایا جاوے گا اور اُس سے درختون پر پھل چُننے کا کام لیا جاویگا۔ جب چھوٹے چھوٹے کامون سے ہٹا کر وہ بڑے کامون پر لگایا جاویگا تب اُسکی سمجھ مین کارخانہ کا انتظام آجاوے گا۔ اور وہ بلا دریافت کیے ہوئے یا اپنے آقا کو بغیر بُرا بھلا کہے ہوے اپنا کام خود کرنے لگے گا۔

بجنسہ یہی حال اُن آدمیون کا ہی جو اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہین۔ سادے اور سیدھے آدمی جنکو ہم حیوان خیال کرتے ہین کبھی اپنے آقا کی شکایت نہین کرتے۔ مگر ہم لوگ جو عقلمند بنتے ہین اپنے آقا کا سامان کھاتے ہین اور اُسکے حکم کی تعمیل کرتے نہین۔

ہم لوگ ایک حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہین اور بحث کرنے لگتے ہین کہ ہمکو ہتّا کیون ہلانا چاہیے؟ کیونکہ وہ فعل بیوقوفی کا معلوم ہوتا ہی اور جب بحث کر چکتے ہین تو کس نتیجے پر پہونچتے ہین؟ صرف اسپر کہ "یا تو آقا بیوقوف ہی یا آقا ہے ہی نہین، ہم خود عقلمند بنتے ہین مگر ہم سے کوئی کام انجام نہین ہو سکتا۔

"لہذا ہم کو اپنی زندگی کا خاتمہ کر لینا چاہیے"

باب (۱۲)

میرے اس عقیدے نے کہ محض دلائل سے مسئلہ زندگی حل نہین ہوسکتا۔ میری بڑی مدد کی۔ جب مجھے یہ ثابت ہوگیا کہ مسئلۂ زندگی نیک طریق پر رہنے سے حل ہوسکتا ہی تو مین نے اپنی زندگی کو اُسکے برعکس پایا۔ مگر جب اپنے طبقے کے لوگون سے نگاہ ہٹاکر مین نے محنتی لوگون کی زندگی پر غور کیا تو مجھے اصلی و نقلی زندگی کا فرق معلوم ہوگیا۔ میری سمجھ مین آگیا کہ اگر مجھکو زندگی کے معنی سمجھنے کی ضرورت ہی تو مجھکو اسی طریقے پر رہنا چاہیے جس طریقے پر دنیا کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصّہ رہتا ہی۔

جس زمانہ کا مین ذکر کر رہا ہون اُس زمانے مین میری حسب ذیل کیفیت تھی ایک سال تک متواتر مین اس پس و پیش مین رہا کہ مجھے اپنا کام رسّی یا پستول سے تمام کرلینا چاہیے یا نہین مگر میرے دل مین برابر ایک قسم کی ہوک اُٹھتی رہی جسکو مین خدا کی جستجو کے سوا اور کچھ نام نہین دیسکتا۔

یہ خدا کی جستجو میری عقل کا کام نہ تھا بلکہ دل کا تھا۔ اور اصلیت یہ ہے کہ میرے عقل و دل مین برابر تکرار جاری رہی۔ مجھے بعض اوقات ایسا خوف معلوم ہوتا تھا کہ جیسا کسی یتیم یا تنہا آدمی کو معلوم ہوتا ہی کہ جیسے دنیا مین کسی کا سہارا نہین ہوتا۔ مگر اُسی کے ساتھ مجھے کسی سے مدد کی اُمید بھی تھی۔ مگر مین یہ نہین سمجھ سکتا تھا کہ میری مدد کون کرے گا۔ گو مجھے یہ پورے طور پر ثابت ہوچکا تھا کہ خدا کے وجود کو کوئی شخص ثابت نہین کرسکتا اور فلاسفر کانٹ (Kant) نے اس معاملہ مین میرا خیال اور بھی مضبوط کردیا تھا تاہم پُرانی عادت کے زور سے مین خدا سے دعا مانگا کرتا تھا۔ مگر مین جسکی تلاش مین تھا مجھے وہ نہ ملا۔

کبھی مین اپنے دل مین کانٹ (Kant) اور شونہار (Schopenhauer) کے دلائل پر غور کرتا تھا۔ کہ خدا کی ذات ثابت نہین ہوسکتی۔ کبھی اُن کے دلائل کی تردید کرنے لگتا تھا۔

مین اپنے دل مین کہا کرتا تھا کہ "خیال"، "مقام" اور "وقت" سے "سبب" علٰحدہ شئی ہے۔ اگر مین موجود ہون تو میری موجودگی کا کوئی سبب ضرور ہے۔ اگر دنیا ہے تو دنیا کا سبب ضرور ہے اور اس سبب کا نام ہی خدا ہے۔ مین نے اس "سبب" یعنی "خدا" کے معلوم کرنے کی دل وجان سے کوشش کی۔

جب مجھے محسوس ہوتا تھا کہ مین کسی شئی کے تابع ہون تو مجھے اپنی زندگی آسان معلوم ہوتی تھی۔ اُس وقت میرے دل مین یہ خیال، سوالات اُٹھتے تھے۔ کہ یہ "سبب" یا "طاقت" کیا چیز ہے؟ "مین اُسکو کس طرح محسوس کرسکتا ہون؟" "اُسکا اور میرا کیا تعلق ہے؟" اور وہی پرانا جواب باربار دماغ مین آتا تھا کہ "وہ خالق اور سب کا رازق ہے" اس جواب سے میری تسکین نہوتی تھی اور مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میری زندگی کا سہارا مجھے دھوکا دے رہا ہے مجھے بڑا خوف معلوم ہوتا تھا اور مین مایوسی کی حالت مین دعا مانگتا تھا کہ "یا خدا میری مدد کر" ! مگر جتنی زیادہ دعا مانگتا تھا اُتنی ہی زیادہ یہ بات صاف ہوتی جاتی تھی کہ میری شنوائی نہین ہوتی اور نہ کوئی شنوا ہے سخت مایوسی کی حالت مین چلاّیا کرتا تھا کہ "ای مالک مجھ پر رحم کر اور مجھے بچا۔ ای میرے آقا۔ میرے خدا مجھے بتا" مگر میرے حال زار پر کسی کو بھی رحم نہ آیا اور مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میری جان ساکت ہوگئی۔

بار بار مجھے خیال آتا تھا کہ مین دنیا مین بلاوجہ نہین آیا ہون۔ مین کوئی ایسا

جانور نہیں ہون کہ بلا وجہ گھونسلے مین سے گر پڑا ہون - یہ ضرور ہی کہ مین اُس جانور کی طرح جو گھاس مین پشت کے بل پڑا ہوا اپنے ہاتھ پاؤن پیٹتا ہی شور مچا رہا ہون مگر یہ بھی اس وجہ سے ہی کہ مین جانتا ہون کہ مجھے ایک مان نے پیدا کیا ہی پالا ہی کھانا کھلایا ہی اور پیار کیا ہی - وہ مان کہان ہی ؟ اگر مجھے پھینکا ہی تو کس نے پھینکا ہی ؟ مین سوا اسکے اور کچھ خیال نہین کر سکتا کہ جس نے مجھے پیار کیا ہی اُسی نے مجھے پیدا بھی کیا ہی - وہ کون ہی ؟ پھر وہی جواب آتا ہی کہ "خدا" وہ میری جستجو - میری مایوسی اور میری حالت جانتا ہی اور دیکھ رہا ہی - مین نے اپنے دل مین کہا "وہ ہے ضرور" اور یہ کہتے ہی میرے بدن مین ایک قسم کی تازہ جان پڑ گئی - بعدہٗ مجھے اپنے اور اُسکے تعلقات کا خیال آیا اور مین نے خالق اور اُس کے بیٹے کے متعلق غور کیا تب مجھے معلوم ہوا کہ یہ خیال مصنوعی اور غیر متعلق ہی اس قسم کا خدا میری آنکھون کے سامنے سے اس طرح غائب ہو گیا جس طرح برف کا ڈلا گھل جاتا ہی اور پھر میری زندگی کا چشمہ خشک ہو گیا - مین پھر ایک مرتبہ مایوسی کا شکار ہو گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ سوا‌ئے خودکشی کے میرے پاس کوئی اور چارہ کار نہین ہی -

مگر اس سے زیادہ خرابی کی بات یہ تھی کہ میرا دل مجھ سے یہ کہتا تھا کہ ایسا فعل ہرگز نہ کرنا -

میرے خیالات مین اس قسم کی تبدیلیان ایک یا دو مرتبہ نہین ہوئین بلکہ سیکڑون دفعہ - کبھی مین خوشی اور جوش کا شکار بن جاتا تھا کبھی مایوسی اور خوف کا -

مجھے یاد ہی کہ موسم بہار مین ایک روز صبح کے وقت مجھے جنگل کے درختون کے ہلنے کی آواز آئی - اور میرے دل مین پھر وہی خیال پیدا ہو گیا جو دو سال

پہلے سے موجود تھا یعنی یہ کہ مین خدا کی جُستجو مین ہون۔

مین نے اپنے دل مین کہا "یہ اچھی بات ہے کہ خدا نہین ہے۔ بلکہ یون کہنا چاہیے کہ میرے خیال کے علاوہ خدا کوئی شئے نہین ہے نہ میری زندگی کی طرح اسکا وجود ہے۔ کوئی چیز یا معجزہ ثابت کر کے نہین دکھلا سکتا کہ خدا موجود ہے بلکہ خود معجزہ بھی غلط فہمی کا دوسرا نام ہے"

پھر مین نے خیال کیا "جب خدا کی مین جستجو مین ہون اُسکا خیال بار بار میرے دل مین کہان سے آتا ہے" ؟ اور اس سوال کے ساتھ ہی میرے بدن مین جان پڑ گئی! اور ہر چہار طرف کا سامان بہت اچھا معلوم ہونے لگا۔ میری اس خوشی کو قیام نہ تھا کیونکہ اسی کے دوران مین مجھے خیال آیا کہ خدا کا خیال خدا نہین ہوسکتا۔ خیال میرے مطیع ہے مین جس چیز کی نسبت سوچنا چاہون سوچ سکتا ہون۔ اور پھر مجھے دنیا مردہ معلوم ہونے لگی اور مین نے خودکشی کا ارادہ کیا۔

اس کے بعد مین نے یہی عمل جس سے مجھکو سیکڑون دفعہ مایوسی ہوئی تھی لوٹ دیا اور مین نے سوچا کہ جب مین نے خدا کا خیال کیا تب ہی مجھکو زندگی عزیز معلوم ہوئی اور جب مین نے اُسکو فراموش کیا تو گویا موت آگئی۔ یہ مایوسی اور خوشی لوٹ لوٹ کر کیون آتی تھین ؟ جس وقت مین خدا کی ہستی سے منکر ہو جاتا ہون تو زندہ نہین رہتا۔ اگر خدا کے پانے کی امید کی ایک ہلکی جھلک میرے اندر نہوتی تو مین کبھی کی خودکشی کر لی ہوتی۔ اصلیت یہ ہے کہ جب تک مین اُسکی جستجو مین رہتا ہون زندہ رہتا ہون۔

"اب اور کس کی تلاش ہے ؟" میرے اندر سے ندا آئی کہ جس شئے کے بغیر زندگی نہین رہ سکتی وہی خدا ہے۔ خدا کو جاننا اور زندہ رہنا ایک ہی بات ہے خدا زندگی ہے۔

خدا کی جستجو مین زندگی بسر کرو کیونکہ بلا خدا کے زندگی کہان ہی؟ جب یہ خیال مضبوط ہوگیا تو مجھکو اس قسم کی طاقت اور روشنی نے گھیر لیا کہ پھر زندگی بھر وہ میرے ساتھ رہین۔

مین اس طرح پر خودکشی سے بچا۔ مجھ مین یہ تبدیلی کب اور کس طرح ہوئی مین نہین کہہ سکتا۔ جس طرح آہستہ آہستہ مایوسی بڑھی تھی اور خودکشی کا خیال طاری رہتا تھا۔ اسی طرح خاموشی سے آہستہ آہستہ مجھ مین روشنی اور طاقت واپس آگئین۔

یہ قدرے تعجب کی بات تھی مگر یہ روشنی اور طاقت کوئی نئی چیزین نہ تھین کیونکہ اسی روشنی اور طاقت نے زندگی کے شروع کے حصے مین میری مدد کی تھی۔ یہ سمجھ لیجیے کہ گویا میرے بچپن اور جوانی پھر واپس آگئے۔ میرے دل مین پچھلے عقائد نے مراجعت کی اور کہا کہ میرا کوئی خالق ہی جس کے احکام کی تعمیل مجھپر فرض ہی۔ میری زندگی کا مدعا یہ ہونا چاہیے کہ مین بہتر ہون یعنی خالق کے احکام کے مطابق بسر کرون۔ خالق کے احکام کا مجموعہ اُن ہدایات مین ہی جو بنی نوع انسان نے اپنی رہنمائی کے لیے ہزارہا سال کی کوشش کے بعد بنائی تھین۔ دوسرے الفاظ مین مین خدا کی ہستی۔ زندگی کی بہتری اور پُرانے عقائد کا قائل ہوگیا فرق صرف اس قدر تھا کہ پہلے مین نے بلا جانے ہوئے اِن باتون کو مان لیا تھا اور اب میرا اعتقاد ہوا کہ بلا اِن سچائیون پر ایمان لائے زندہ رہنا ناممکن ہی اس وقت جو میری دماغی حالت تھی اُسکا اس مثال سے پتہ چل سکتا ہی مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ مین یکدم کسی کشتی مین سوار کر دیا گیا ہون جو کسی ایسے ساحل سے جس کا حال مجھے معلوم نہین ہی ہٹا دی گئی ہی۔ مجھے دوسری جانب کا کنارہ دکھا دیا ہی اور کشتی کھینے کی لکڑیان ہاتھ مین دیکر اکیلا چھوڑ دیا ہی مین حتی الامکان اِن لکڑیون سے کام لیتا ہون مگر جون جون

دریا کے درمیان پہونچتا جاتا ہون دریا کا پانی زور مارتا جاتا ہے اور مین اپنی طرح اور بہت سے لوگون کو کشتی مین سوار دیکھتا ہون ۔ کہین کہین لوگ مجھے کشتی مین تنہا سوار ملتے ہین جو بہت زور لگا رہے ہین ۔ بعض ایسے بھی ملتے ہین جنھون نے تنگ آکر بلّی کو ہاتھ سے ڈال دیا ہے ۔ بعض بڑی بڑی کشتیان اور جہاز ملتے ہین جن مین بہت سے آدمی سوار ہین ۔ بعض دریا کی روانی کے خلاف اور بعض اُس کے ساتھ ساتھ جا رہے ہین ۔ مین جتنی دور بڑھتا جاتا ہون اُس راستے کو جو مجھے بتا دیا گیا تھا بھولتا جاتا ہون ۔ بیچ دریا مین جہان چارون طرف مجھ کو اور کشتیان گھیرے ہوے ہین مین بالکل بھول جاتا ہون کہ مجھے کدھر جانا ہے اور سخت مایوسی کی حالت مین لکڑیون کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہون ۔ ہر چہار طرف سے دیگر کشتیون کے بشاش چلانے والے مجھکو آواز دیتے ہین کہ کوئی اور دوسرا راستہ نہین ہوسکتا ۔ مین اُن کا اعتبار کر لیتا ہون اور اُن کے ساتھ ساتھ چلا جاتا ہون ۔ مین دور تک چلا جاتا ہون اور مجھے کشتیون کے غرقاب ہونے کی آواز آتی ہے ۔ تھوڑی دیر بعد جب میرے ہوش و حواس قدرے صحیح ہوتے ہین تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کیا ہوا ۔ مجھے اپنے سامنے سوا تباہی کے اور کچھ نظر نہین آتا مین اُسکی جانب تیزی سے چلا جاتا ہون اب میری سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرون ۔ پیچھے پھر کر جب دیکھتا ہون تو مجھے بیشمار کشتیان طوفان سے مقابلہ کرتی ہوئی ملتی ہین ۔ تب مجھے ساحل ۔ راستہ اور بلیون کا خیال آتا ہے اور مین تیزی سے ساحل تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہون ساحل خدا ہے ۔ راستہ اعتقاد ہے ۔ بلّی آدمی کی خود مختارہ خیالی طاقت (Consciousness) ہے جسکو خدا سے ملنے کی آزادی دی گئی ہے اس طرح پر مجھ مین پھر جان آگئی اور مین زندہ رہنے لگا ۔

باب (۱۳)

میں نے اپنے طبقہ کے لوگوں کی زندگی ترک کر دی کیونکہ میں پہلے کہہ چکا
ہوں کہ وہ عیش پرستی کی زندگی ہے۔ اصلی زندگی نہیں ہے۔ میں نے مزدور لوگوں
کی زندگی کی تقلید کرنی شروع کی کیونکہ انھیں کی زندگی سے دنیا کی زندگی ہے
میرا واسطہ مملکت روس کے لوگوں سے پڑا کیونکہ میرے ہر چہار طرف وہی تھے
چنانچہ جو زندگی کا مطلب وہ سمجھے ہوئے ہیں اس کو ذیل میں بیان کرتا ہوں۔

ہم سب لوگ دنیا میں خدا کی مرضی سے آئے ہیں اور خالق نے انسان کو
ایسا بنایا ہے کہ ہر فرد کو اپنی روح محفوظ رکھنے یا برباد کرنے کا اختیار ہے۔ انسانی
زندگی کا مدعا روح کو محفوظ و پاک رکھنا ہے اور ایسا کرنے کے لیے ضرورت ہے
کہ انسان خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرے خدا کے احکام کی تعمیل جب ہی
ہو سکتی ہے جب انسان عیش پرستی کو چھوڑ کر محنتی۔ عاجز۔ تکلیف برداشت کرنے والا
اور فیاض بنے۔ محنتی لوگ مسئلہ زندگی کا یہ مطلب سمجھے ہوئے ہیں اور اس کی
تصدیق اُن کے پادریوں اور روایتوں نے کی ہے۔ زندگی کے یہ معنی مجھے بہت
صاف اور پیارے معلوم ہوئے۔ اسی مذہب اور عقیدے میں میرے طبقہ
کے لوگوں نے بہت سی ایسی لغو باتیں شامل کر دی ہیں کہ جو نہ علیحدہ کی جا سکتی ہیں
اور نہ مجھے مرغوب ہیں۔ مثلاً روزہ رکھنا یا بتوں کے سامنے تعظیم دینا وغیرہ۔
گو محنتی لوگوں کے عقائد میں بھی مجھے چند باتیں عجیب معلوم ہوئیں مگر میں نے
اُنکی ہر بات کو تسلیم کر لیا۔ روز گرجا میں جانے لگا۔ صبح و شام عبادت کرنے لگا
اور روزہ رکھنے لگا۔ اور میرے دل نے مجھ سے پہلی مرتبہ یہ کہا کہ ان باتوں میں
ایک بھی قابل اعتراض نہیں ہے۔ جو باتیں پہلے ناممکنات سے تھیں وہ اب اچھی

معلوم ہونے لگین -

عقائد مذہبی کے متعلق میرے جو خیالات پہلے تھے اُن مین اب قطعی تبدیلی ہو گئی - پہلے مین سمجھتا تھا کہ عقائد چند ایسی باتون کا نام ہی - جنکو عقل سلیم تسلیم نہین کر سکتی - اور جنکا زندگی سے کوئی صریحی تعلق نہین ہی - پہلے مین نے بعض عقائد کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی اور جب وہ میری سمجھ مین نہ آئے مین نے اُنکو بالائے طاق رکھدیا - برعکس اُسکے اب میرا خیال ہی کہ بلا عقائد کے زندگی ناممکن ہی اور عقائد ہی ایسی چیز ہین جن سے مسئلہ زندگی حل ہو سکتا ہی پہلے مین سمجھتا تھا کہ عقائد فضول چیز ہین - اب مین اُن کا پورا مطلب تو نہین سمجھتا ہون مگر جانتا ہون کہ اُن مین کچھ اصلیت ضرور ہی اور اُس اصلیت کی تلاش مین ہون -

مین نے اپنے دل مین اس طرح بحث کی - عقیدہ بھی مثل انسان اور اُسکی عقل کے خدا کا پیدا کیا ہوا ہی - جس طرح جسم انسانی خدا کا خلق کیا ہوا ہی اسیطرح عقل انسانی بھی خدا کی بنائی ہوئی ہی - اس مین ذرا بھی شبہہ نہین - جو انسان کے سچے خیالات ہین وہ ضرور صحیح ہین - یہ ضرور ہی کہ مختلف انسان اپنے عقائد کو مختلف طریقون پر بیان کرتے ہین اور اگر اُن مین مجھے کوئی غلطی معلوم ہوتی ہی تو مجھے سمجھ لینا چاہیے کہ میری عقل وہان تک نہ پہونچی -

مین نے سوچا کہ عقیدتمندی کے یہ معنی ہین کہ مسئلہ زندگی حل ہو جاوے اور موت بھی اُس مین خلل انداز نہو سکے - سچا ایمان وہ ہی کہ پادشاہ کے سوال کا جو کہ وقت موت بھی ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان سے گھرا ہوا ہوتا ہی نیز کسی بڈھے اور محنتی غلام کے سوال کا کم عقل بچے کے سوال کا سفید مووالے فلاسفر کے سوال کا - نیم عقل والی بڈھی عورت کے سوال کا جوان احساس والی

عورت کے سوال کا "کہ مین کیون زندہ ہون اور میری زندگی کا حشر کیا ہوگا"
ایک ہی جواب دے - گو اس جواب کی ظاہری صورتین انسانون کی ثروت و
مرتبت کے لحاظ سے قدرے بدلی ہوئی ہون - مگر اصلیت مین فرق نہونا چاہیے
میری دلی خواہش تھی کہ غریب لوگون کے ساتھ شیر و شکر ہو جاؤن اور اُن کے
قدمون پر قدم رکھون مگر مین ایسا کرنے سے بھی مجبور تھا - مجھے محسوس ہوا کہ ایسا
کرنا اُن باتون کا جن کو مین نے متبرک سمجھ رکھا ہو مضحکہ اُڑانا ہو - اِس موقع پر
جدید روسی پادریان مذہب نے میری مدد کی -

اِن بزرگون کے خیال کے مطابق سب سے پہلا اصول یہ ہو کہ چرچ
(مذہب) سچائی کی جڑ ہو - اِس کا صریحی نتیجہ یہ نکلتا ہو کہ مذہب جو کچھ بھی تلقین کرتا ہو
وہ درست ہو - چنانچہ چرچ جس کو دوسرے الفاظ مین عقیدتمندون کی جماعت
کہا جا سکتا ہو میرے ایمان کا پہلا اصول ٹھہرتا ہو - مین دلیل کرتا تھا کہ جو سچائی
خدا کی ذات مین ہو اُسکو کوئی ایک خاص انسان حاصل نہین کر سکتا - وہ جملہ
انسانون کو اگر وہ اُس سے محبت کرین حاصل ہو سکتی ہو - لہٰذا سچائی حاصل
کرنے کے لیے ہمکو وہ جملہ باتین دور کر دینی چاہیین جو تفرقہ پیدا کرتی ہین
اور ہم کو اُن چیزون کو برداشت کرنا چاہیے جو ہم کو ناپسند ہون - سچائی کا
اظہار محبت سے ہی ہوتا ہو لہٰذا اگر ہم چرچ کے احکام کی تعمیل نہ کرین گے
تو محبت منقطع ہو جاویگی اور سچائی معدوم -

اُس وقت جو باریکی اِس دلیل مین تھی وہ میری سمجھ مین نہ آئی - اُسوقت
میری سمجھ مین نہ آیا کہ محبت بڑھتے بڑھتے درجۂ کمال حاصل کر سکتی ہو لیکن
اُس کا یہ مدعا ہرگز نہین ہو کہ کسی ایک خاص فرقے کے اعتقادات دوسرے
فرقے کے لوگون کو مجبوراً قبول کرنے پڑ جاوین - مین نے اُس وقت پرانے

چرچ (مذہب) کے جملہ عقائد مان لیے گو ان میں سے بہت سے میری سمجھ میں نہ آئے میں نے بحث مباحث اور تردید سے بہت بچنے کی کوشش کی اور اپنے خیال کے مطابق جہاں جہاں مجبوری محسوس ہوئی میں نے اپنی عقل کی مدد سے اس کا سمجھوتا کر لیا۔

پرانے چرچ کے عقائد پر ایمان لا کر میں نے پرانی روایتوں پر بھی عمل کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے میں اپنے آبا و اجداد۔ پیارے ماں باپ اور ان تمام لوگوں میں جو مجھ سے پہلے زندہ رہ چکے تھے اور جنکی مجموعی کوششوں سے میرا وجود ظہور میں آیا تھا شامل ہو گیا۔ علاوہ ازیں اسمیں کوئی بری بات نہ معلوم ہوئی کیونکہ میرے خیال میں صرف نفس امارہ کی تسکین ہی برا کام ہے۔ جب میں علی الصباح اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے کیلیے اٹھتا تھا تو میں سمجھتا تھا کہ میں کچھ اچھا کام کر رہا ہوں۔ خواہ اپنے آبا و اجداد کی ارواح کو خوش کرنیکے لیے ہو یا مسئلہ زندگی حل کرنے کیلیے۔ مگر اس کام کی خاطر میں نے اپنے ذاتی آرام کو الوداع کہدیا۔ یہی کیفیت میری جب ہوتی تھی جب میں اپنا حفیظہ پڑھتا تھا یا زمین پر سجدہ کرتا تھا یا روزہ وغیرہ رکھتا تھا۔ گو یہ کتنے ہی کم درجے کی ایثار نفسی کیوں نہ تھی مگر کارِ خیر میں ضرور تھی۔ میں اوقات عبادت کی مکان اور گرجا میں یعنی دونوں جگہ پابندی کرتا تھا جبکہ میں گرجا میں وعظ سنتا تھا تو ہر لفظ پر پورا غور دیتا تھا۔ اور اپنی عقل کے مطابق اسکا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتا تھا۔ وعظ میں جن الفاظ نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھے۔

"ہم سب کو آپس میں محبت کرنی چاہیے" اسکے بعد کا جملہ کہ "باپ بیٹے اور روح القدس (Holy Ghost) میں اظہار ایمان کرنا چاہیے" میں ترک کر دیتا تھا کیونکہ میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔

باب (۱۴)

میرے زندہ رہنے کے لیے عقیدتمندی کی اس قدر ضرورت تھی کہ مین نے ارادتاً اُن اختلافات سے جو مجھے معلوم ہوئے چشم پوشی کی - مگر جو کلمات گرجا مین پڑھے جاتے تھے اُن مین سے بعض میری سمجھ مین قطعی نہ آتے تھے نماز ([illegible]) کی چند باتون کے مین نے اپنے سمجھانے کے لیے کچھ اور ہی معنی لگا رکھے تھے مثلاً "سب سے زیادہ قابل تعظیم لیڈی یسب سے زیادہ متبرک خدا کی مان اور تمام کاملین کو یاد رکھ کے ہمکو اپنی زندگی خدا مسیح کے نام پر وقف کر دینی چاہیے" کا مطلب مین نے کچھ اور ہی لگا لیا تھا - شہنشاہ اور اُسکے خاندانیون کے لیے جو بار بار دعائین مانگی جاتی تھین اُسکی وجہ مین نے یہ سمجھ لی تھی کہ وہ چونکہ معمولی آدمیون سے زیادہ گنہگار ہین لہذا اُنکے لیے دعا کی بھی زیادہ ضرورت ہی - دشمنون پر فتح کی جو دعا مانگی جاتی تھی اُس کا مطلب مین نے یہ لگایا تھا کہ گناہ ہمارے دشمن ہین لہذا ان پر فتح حاصل کرنے کے لیے دعا ضروری ہی - مگر اس پر بھی فرشتون کے گیت - روٹی اور شراب کی طیاری اور کنواری میری ([illegible]) کی عبادت میری سمجھ مین قطعی نہ آئی اور مین نے اپنے دل مین کہا کہ اُن مین دوسرے اور غلط معنی پیدا کرنا خدا کو دھوکا دینا ہی -

یہی کیفیت میری چرچ (کلیسا) کی خاص خاص تعطیلات کے متعلق تھی - مین ساتوین روز کی تعطیل کا مطلب سمجھتا تھا یعنی یہ کہ ایک روز پورا عبادت کرنے کے لیے وقف کر دینا چاہیے - مگر معلوم ہوا کہ اتوار کی تعطیل قیامت کی یادگار مین ہی جس روز مردے زندہ ہون گے ! یہ بات میری سمجھ مین قطعی نہ آئی -

بعض کہتے ہین کہ اتوار کی تعطیل خدا کی روٹی (The Lords supper)
کی یادگار مین ہی یہ بالکل ہی عقل کے خلاف ہی - علاوہ ازین کرسمس (بڑا دن)
کی بارہ تعطیلات اور ہوتی ہین جو معجزات کی یادگار ہین ہین مین نے اُن کیطرف
زیادہ زور نہ دیا کیونکہ مجھے اُن سے بھی منکر ہونا پڑتا - ان جملہ تعطیلات مین
ایک تعطیل پر بڑا زور دیا جاتا تھا - جس کی مجھے سب سے کم پرواہ تھی - لہذا
یا تو مین نے اپنے خیال کے مطابق ان کے معنی لگا لیے یا اُن کی طرف سے
اپنی آنکھون پر پٹی باندھ لی -

میری بے اطمینانی المضاعف ہو جاتی تھی جبکہ مین نہایت معمولی
باتون پر مثلاً نام رکھنے کی تقریب وغیرہ پر لوگون کو بہت زور دیتے ہوئے
دیکھتا تھا - یہ ایسی بات تھی جو نہایت معمولی اور عام فہم تھی اور مین حیران
تھا کہ مین کیا کرون یعنے خود جھوٹھ مین شامل ہو جاؤن یا منکر بنجاؤن -

بہت عرصے بعد جو ایک روز گرجا مین جا کر مجھے تکلیف ہوئی اُسکو مین کبھی
فراموش نہین کر سکتا - وعظ - دعا - گناہون سے اقبال کرنا یہ مجھے سب
اچھے معلوم ہوئے - مگر جب مین مذبح (Tabernacle) کے نزدیک پہونچا اور
پادری نے مجھسے کہا کہ جو چیز تم اب کھاؤ گے اسکو اصلی جسم اور خون سمجھنا چاہیے
تو میرے دل مین چھُری سی لگ گئی - یہ کوئی معمولی بات نہ تھی اُس سے ظاہر
ہوتا تھا کہ جو آدمی ایسا کہہ رہا ہی وہ مذہب سے قطعی ناواقف ہی -

مین کبھی کبھی جوانی مین کہا کرتا تھا کہ زندگی کے سارے معاملات صاف
ہین مگر مجھے اب معلوم ہوا کہ ایمان لانے مین بھی سمجھدار آدمی کے راستے مین
بہت سی رکاوٹین ہین - مگر مین نے اُسوقت پادری کے حکم کی تعمیل کی
یعنی بڑے عجز کے ساتھ جسم اور خون کو کھا لیا مگر اُس کے کلمہ سے دل پر ایسی

چوٹ لگی کہ اُسکے بعد دوبارہ گرجا مین نہ گیا۔

مین چرچ (کلیسا) کے احکام کی پوری پابندی کرتا رہا اور خیال کرتا رہا کہ میرے جو عقائد ہین وہ بالکل درست ہین۔ اُس وقت ایک ایسی بات ہوئی کہ جو اب بالکل صاف معلوم ہوتی ہو مگر اُسوقت عجیب معلوم ہوتی تھی مین نے ایک مرتبہ ایک ناخواندہ کاشتکار مسافر (جاتری) کے لیکچر کو سُنا اُس نے خدا۔ ایمان۔ زندگی اور نجات کا اس طرح پر ذکر کیا کہ مسئلہ زندگی میرے لیے حل ہو گیا۔

مین معمولی لوگون سے ملا۔ اُن کے عقائد و خیالات سے واقفیت پیدا کی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ مین اصلیت سے نزدیک تر ہو گیا۔ یہی کیفیت میری جب ہوئی جب مین نے مارٹیرولوجی (martyrology نام کتاب) (ایثار نفسون کے تذکرے) اور پرولوگز (Prologues نام کتاب) (تمہید) پڑھین۔ ان کتابون سے مجھے بڑی دلچسپی ہوگئی۔ علاوہ معجزات کے جنکو مین متاثر کرنے والی کہانیان سمجھتا تھا ان کتابون سے میرا مسئلہ زندگی حل ہو گیا۔

مین نے ان کتابون مین میکریس اعظم (Macarius) گوتم بدھ سینٹ کریسوسٹم (St. Chrysostom) کے وعظ چاہ کے مسافر کا قصہ۔ اُس جاتری کا قصہ جس کو سونا (Gold) ملا تھا۔ پیٹر پبلکن (Peter Publican) کے حالات پڑھے اور ان سب بزرگون کی شہادت سے محظوظ ہوا کہ زندگی موت کے ساتھ ختم نہین ہوتی۔ ان کتابون مین اُن ناخواندہ بیوقوفون کے قصے ہین جو چرچ کے اصولون سے بالکل ناواقف تھے۔

مگر جہان مین نے اہل علم سے ملنا شروع کیا یا اُن کی تصانیف پڑھین شکوک بے چینی اور فساد اُسی وقت دل مین پیدا ہوجاتے ہین اور مجھے محسوس ہوتا ہر کہ مین اصلیت سے گمراہ ہوجاتا ہون اور غار کے کنارے پر پہونچ جاتا ہون -

باب (۱۵)

مجھے کاشتکاران کے اس جوہر پر اکثر رشک آتا ہے کہ وہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں جو اصول و عقائد مجھکو غلط معلوم ہوتے ہیں وہ اُن کو بالکل صحیح معلوم ہوتے ہیں تعلیم یافتہ لوگوں نے اصلیت پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

اس حالت میں میں تین سال تک رہا اور روشنی تک پہونچنے کی کوشش کی اُسوقت یہ رکاوٹیں بھی کم ہوگئیں۔ جب میری سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی تو اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ "میں غلطی پر ہوں" "میں گنہگار ہوں" لیکن جون جون میں سچائی کے زیادہ نزدیک پہونچتا گیا اُسیقدر رکاوٹیں زیادہ خوف دلانے لگیں کیونکہ دنیا کا وجود ان سچائیوں پر مبنی تھا۔

باوجود جملہ شکوک و تکلیف کے میں آرتھوڈکس چرچ (پرانا مذہب) مین رہا لیکن اکثر سوال پیدا ہوتے رہے جن کے حل کرنے کی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔ جو جوابات چرچ (مذہب) نے تجویز کر رکھے تھے ان سے میری تشفی نہوئی اور آخرش یہ نتیجہ ہوا کہ میں چرچ سے کنارہ کشی کرنے پر مجبور ہوا میرے سوالات یہ تھے کہ (آرتھوڈکس چرچ) (پرانا مذہب) کا کیتھلک مذہب (Catholicism) اور مذاہب عیسوی کی دیگر شاخون سے کیا تعلق ہے۔ ان سوالات سے جو مجھکو دلچسپی تھی اُسکی وجہ سے کیتھلک (Catholic) پروٹسٹینٹ اولڈ بلیورس (Old believers) نیوڈنیسٹرس (نئے منکر) اور دیگر مذاہب کے اہل الرائے سے مجھے ملاقات پیدا کرنے کے موقع نصیب ہوئے اور میں نے ان لوگون میں بہت سے

نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ جب ایک اصول دوسرے اصول کے بالکل خلاف ہوتا ہو تو سچائی کی دونوں میں کمی ہوتی ہے۔ یہ لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ میں ہر مذہب کے پیشواؤں وپادریوں سے ملا اور ان سب کا میں نے یہی حال پایا کہ ان کا مذہب دوسرے مذاہب سے بہتر ہے۔ بجنسہٖ یہی حال رسالے کے افسروں کا ہوتا ہے جو اپنے رسالے کو دنیا بھر کے رسالوں سے افضل سمجھتے ہیں۔

موجودہ نسل کے جوان آدمی عموماً لامذہب ہوتے ہیں اور انکا یہ سوال بالکل فطرتی ہے کہ صرف آرتھوڈکس چرچ میں ہی سچائی کیوں ہے؟ پیورٹن Lutherian) اور کیتھولک (Catholic) چرچ میں کیوں نہیں؟ ہر ملت کے آدمی دینی تواریخی واقعات کو اپنا مذہب سچا ثابت کرنے کے لیے غلط طریقے پر پیش کرتے ہیں مگر وہ واقعات کافی ثبوت نہیں سمجھے جا سکتے۔

کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اولڈ بلیورس (Old Believers) (پرانے معتقد) اور ہم ایک ہو جائیں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ مختلف مذاہب کے اختلاف دور کرکے اصلیت نکال لیجاوے؟ کیا ہم کیتھلک (Catholic) لوگوں سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ آپ کے بعض عقائد میں ہمیں کچھ بھی اختلاف نہیں۔ ٹرنٹی (Trinity) خدامیت ثلاثہ۔ جلوس اور پوپ (Pope) (سب سے بڑا پادری) اسکے متعلق جو آپ کا خیال ہو وہ ٹھیک ہے پادری لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں صحیح ہیں مگر یہ الزام اپنے سر پر کون رکھے کہ صدیوں کے رواجوں کو پادریوں نے ترمیم کر دیا اور پرانے روسی یونانی

چرچ کے قواعد مین ترمیم کر دی! تب میری سمجھ مین ساری بات آگئی - مین اپنی زندگی کے لیے مذہب کی تلاش مین ہون اور یہ لوگ دنیاداروں کی آنکھون مین چند دنیوی فرایض ادا کرنا چاہتے ہین - یہ لوگ خواہ گرجا مین گنہگارون کیلیے اور بنی نوع انسان کے لیے کتنی ہی دعا کیون نہ مانگین دنیا کے کامون کے لیے ہمیشہ طاقت کی ضرورت رہی ہے اور آیندہ بھی اسیطرح پر رہیگی - اگر کسی ملت کا اختلاف دوسری ملت سے ہو اور ایک ملت کے اصول صحیح ہین اور دوسری کے غلط تو غلط ملت والے بھی ہمیشہ یہی کوشش کرتے رہین گے کہ انکی تعداد مین اضافہ ہو اور جو لوگ اس کام مین خلل انداز ہون گے انکا حشر یہ ہوگا کہ یا تو اُن کے سر کاٹ ڈالے جاوین گے یا اُن کو جیلخانے مین ڈال دیا جاوے گا! ایلکزس میسلووش (Alexis Mihailovich) کے زمانے مین زندہ جا مین آگ کے سپرد کی گئین یعنے اسوقت جو سخت سے سخت سزا تھی وہ اُن کو دی گئی اور آج بھی اس قسم کے مجرمون کو زمانہ حال کی سخت سے سخت سزا یعنی قید تنہائی دیجاتی ہے - جب مین نے اپنے گرد نظر ڈالی اور غور کیا کہ مذہب کی آڑ مین کیا کیا مکروہ باتین کیجاتی ہین تو مین نے پُرانے چرچ سے قریب قریب قطع تعلق کر دیا -

علاوہ ازین مین نے یہ دیکھا کہ چرچ (مذہب) کا جنگ اور انسان کُشی سے تعلق ہے - جس زمانے کا مین ذکر کر رہا ہون اُس مین جنگ ہو رہی تھی اور روسی لوگ اپنے بھائیون کو مذہب کے نام سے مار رہے تھے ایسی باتون کا خیال نہ کرنا ناممکن ہے - اس بات سے منکر ہونا کہ خون کرنا گناہ کبیرہ ہے اور سچی عقیدتمندی کے پہلے اصول کے خلاف ہے ناممکن بات ہے کلیسون مین لوگ ہماری فتح کے لیے دعا مانگتے تھے اور پادری

لوگ اس فعل کو جزو ایمان سمجھتے تھے۔ محض میدان کارزار میں ہی خون بہانا پسند نہیں کیا جاتا تھا بلکہ پادری لوگ قصوروار نوجوانوں کی جان سے لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے۔ جو لوگ اپنے کو عیسائی کہتے تھے میں نے ان کے افعال پر نگاہ ڈالی تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے!

باب (۱۶)

میں نے اس وقت سے شک کرنے میں تو کمی کر دی مگر مجھے یقین ہو گیا
کہ جو مذہب میں نے تسلیم کیا ہے اس میں بھی پوری سچائی نہیں ہے۔ پہلے تو میں صاف
الفاظ میں یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ مذہب بھی بالکل غلط ہے مگر اب ایسا کہنا ممکن نہ تھا۔
معمولی لوگوں کے مذہب میں تو صداقت تھی کیونکہ اس میں ذرا بھی شک نہیں
ہو کہ بلا سچائی زندہ رہنا ناممکن ہے۔ یہ سچائی مجھے معلوم ہو گئی اور میں اس کے مطابق عمل
کرتا تھا لیکن اسی کے ساتھ سچائی میں جھوٹ کی بھی آمیزش پائی گئی۔ اس میں بھی
ذرا شک نہ تھا۔ پہلے جن باتوں سے مجھے نفرت تھی اب ان پر گہری روشنی
پڑنے لگی۔ معمولی آدمیوں کے خیالات میں پادری لوگوں کے خیالات کے
مقابلے میں زیادہ سچائی تھی مگر جھوٹ کی آمیزش ان میں بھی ضرور تھی۔
"یہ سچائی اور جھوٹ کہاں سے آئے؟" دونوں چرچ (مذہب) سے کیونکہ
چرچ (مذہب) کی کتابوں اور روایتوں میں دونوں چیزیں موجود ہیں۔ گو مجھے
یہ بات پسند تھی یا نہ تھی لیکن مجبوراً مجھ کو مذہبی کتب اور روایات کی چھان بین
کرنی پڑی۔ اور جس بات سے میں بچتا تھا وہ سامنے آئی۔ ایک زمانہ تھا کہ
مذہبی مضامین کو میں نے فضول و بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ اب یہ ناممکن تھا۔
مذہبی لٹریچر، تھیولوجی اور اصول ملت کی جان ہے۔ گو وہ عجیب سی بات
معلوم ہوتی لیکن دراصل وہ بھی ایک ذریعہ نجات ہے۔ مذہبی لٹریچر کے
مطالعے سے ایسے صحیح نتیجے نکل سکتے ہیں جیسے سائنس وغیرہ سے لہٰذا
میں نے جب مذہبی لٹریچر کا مطالعہ کیا تو اس خیال کو ترک کر دیا۔
میں مذہبی بات کا مطلب نہیں سمجھا سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ ہر بات کا

اپنے منبع سے نہ ہٹے اُسکو لازم ہو کہ اس منبع کے اکیلے جوہر پر نگاہ رکھے یعنی محبت کے کامون سے وابستہ رہے لہذا انسانی زندگی خوشی کے کامون مین صرف کرنی چاہیے۔ یعنی کار خیر و محبت مین۔ انسان سوا اپنے بھائیون کے اور کسی کو نفع نہین پہونچا سکتا۔ تمام جسمانی خواہشات منبع خیر کے خلاف ہین لہذا انسان کو چاہیے کہ اُنکو ترک کرکے اپنے جسم کو نیکی کے کامون اور اپنے پڑوسی کے ساتھ ہمہ تن محبت کرنے مین لگا دے۔ عیسیٰ مسیح نے جس طرح مسئلہ زندگی حل کیا ہو اُسکا نتیجہ یہ ہو کہ پڑوسی سے محبت کرنی چاہیے۔ اس سچائی کے دو ثبوت ہین۔ اول اُن لوگون کے لیے ہو جو اس اصول کو تسلیم نہین کرتے ہین اُن کو منبع زندگی ایک دھوکا معلوم ہوتا ہو۔ اور وہ ایسی زندگی اور خوشی کی تلاش مین رہتے ہین جو اُنھین کبھی نصیب نہین ہوتی۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ انسان اپنے دل مین سمجھتا ہو کہ اپنے پڑوسی سے محبت اور اُس کے ساتھ نیکی کرنا ہی سچی۔ آزاد اور دائمی زندگی بسر کرنا ہو"

تمت

شیو چرن لال